اقتربة الساعة

ترتیب وتدوین: صاحبزادہ محمد حسین آزاد

تحریک منہاج القرآن کے شہر اعتکاف میں عظیم الشان سالانہ مسنون اعتکاف کے ہزارہا شرکاء سے شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے خصوصی خطاب فرمائے جن میں سے ایک خطاب افادۂ عام کے لئے نذر قارئین کیا جارہا ہے۔(ادارہ دختران اسلام)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ط الانبیاء، ۲۱، ۳۵

”ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے“

موت اور قبر، قیامت اور آخرت کا مرحلۂ اولیٰ ہے

قبر کا زمانہ برزخ کہلاتا ہے اور اس کا اختتام بعث پر ہونا ہے۔ایک زمانہ وہ تھا جب ہمارے جسم نہ تھے بلکہ عالم ارواح میں ہماری روحیں تھیں اس سے قبل ہم عدم تھے پھر روحیں تھے جسم نہ تھے پھر جسم میں روحیں ڈال دی گئیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ج ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ O (البقرہ، ۲: ۲۸)

(تم کس طرح اللہ کا انکار کرتے ہو حالانکہ تم بے جان تھے اس نے تمہیں زندگی بخشی پھر تمہیں موت سے ہمکنار کرے گا اور پھر تمہیں زندہ کرے گا، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے)۔

موت فنا ہونے کا نام نہیں وگرنہ قبر میں زندگی نہ ہوتی نہ سزا ہوتی نہ جزا بلکہ موت لمحہ انتقال ہے یہ عارضی شئے ہے جو بعد میں چلی جاتی ہے موت کے بعد حیات برزخی ہے جس سے آخرت اور قیامت کے احوال شروع ہوتے ہیں۔

اسی لئے موت کو ذائقے سے تعبیر کیا گیا ہے جو مستقل نہیں عارضی ہوتا ہے آکر چلا جاتا ہے۔ موت کا ذائقہ میٹھا ہوتا ہے اور فاسق و فاجر کا کڑوا اس لئے موت میٹھی اور کڑوی بھی ہوتی ہے۔ موت ذائقہ ہے تو زندگی کیا ہے؟ یہ ابتلاء و آزمائش ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً ط (الملک، ۶۸، ۲)

(جس نے موت اور زندگی کو (اِس لئے) پیدا فرمایا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل کے لحاظ سے بہتر ہے)

لوگ ہمیشہ امتحان گاہ میں تیاری کے ساتھ بیٹھتے ہیں تاکہ نتیجہ اچھا آئے اسی طرح ہمیں بھی دنیا میں تیاری کی مہلت دی گئی ہے۔ دنیا میں مختلف قسم کے آزمائشیں ہوتی ہیں جس کے بارے میں فرمایا گیا۔

وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَO (البقرہ، ۲: ۱۵۵)

(اور ہم ضرور بالضرور تمہیں آزمائیں گے کچھ خوف اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے، اور (اے حبیب!) آپ (ان) صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیں)۔

قبر کی زندگی ایک مدت کے لئے ہے پھر آگے بڑا امتحان ہوگا جو قبر کے امتحان میں ناکام ہوا وہ آخرت میں بھی ناکام رہے گا۔ اس لئے ہمیں غفلت کو ترک کرنا ہوگا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملاقات کی تیاری کرنا ہوگی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَO اُولٰٓئِکَ مَاْوٰهُمُ النَّارُ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَO (یونس، ۱۰: ۷،۸)

(بیشک جو لوگ ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے اور دنیوی زندگی سے خوش ہیں اور اسی سے مطمئن ہوگئے ہیں اور جو ہماری نشانیوں سے غافل ہیں انہی لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے ان اعمال کے بدلہ میں جو وہ کماتے رہے)۔

معلوم ہوا منشاء الٰہی یہ ہے کہ جو میری ملاقات کا خواہش مند نہیں میں اس کی ملاقات کا خواہش مند نہیں۔

موت کیا ہے؟ ملاقات کا نام ہے۔ اہل دنیا کے لئے ہجر و فراق ہے۔ اہل اللہ کے لئے وصال ہے۔ موت اہل اللہ کے لئے دروازہ ملاقات ہے جو پردہ اٹھا اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ سے ملاقات کروا دے گی۔

علمی نکتہ

رؤیت باری ممکن ہے یا نہیں۔ ایک مکتب فکر کے مطابق ممکن ہے دوسرے کے مطابق ممکن نہیں معراج کی رات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تبارک وتعالیٰ کا دیدار کیا یا نہیں؟ دیدار کرنے کے حوالے سے بہت سی احادیث ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے باری تعالیٰ کا دیدار چشمان سر سے بھی کیا جس پر اگر سوال ہوا سر کی آنکھوں سے دیدار نہیں ہوسکتا تو میرا جواب یہ ہے کہ حضور دنیا میں تھے کب؟ میں ان فقہاء وعلماء میں سے ہوں جو اہل امکان میں سے ہیں جس کی ایک دلیل یہ ہے کہ اگر دنیا میں دیدارِ الٰہی ممکن نہ ہوتا تو جلیل القدر

رسول سیدنا موسیٰ علیہ السلام دیدار کا تقاضا نہ کرتے کیونکہ پیغمبر خلافِ شرع دعا نہیں کرتا عرض کی:

قَالَ رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ. (الاعراف: ۷، ۱۴۳)

(اے رب! مجھے (اپنا جلوہ) دکھا کہ میں تیرا دیدار کرلوں)

جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا بلکہ قَالَ لَنۡ تَرٰىنِیۡ ارشاد ہوا تم مجھے (براہ راست) ہرگز نہ دیکھ سکو گے)

اس آیت میں رؤیت باری کا انکار نہیں ہوا بلکہ دنیا میں یہ مرتبہ صرف اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب کو عطا فرمانا تھا۔ اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام و مرتبہ یہ ہے کہ جو شان مومن کامل کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عطا کرے گا وہ حضور علیہ السلام کو دنیا میں عطا فرمادی ہے۔ دوسرے مقام پر قرآن حکیم نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَلَلۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ لَّکَ مِنَ الۡاُوۡلٰی (اَلضُّحٰی: ۹۳، ۴)

(اور بے شک (ہر) بعد کی گھڑی آپ کے لئے پہلی سے بہتر (یعنی باعث عظمت و رفعت) ہے)۔

موت اللہ سے ملاقات کا نام ہے

جب یہودیوں نے حضور علیہ السلام سے کہا کہ آخرت کی نعمتیں ہمارے ہی لئے ہیں تو وحی الٰہی میں ارشاد ہوا۔

قُلۡ اِنۡ کَانَتۡ لَکُمُ الدَّارُ الۡاٰخِرَۃُ عِنۡدَ اللّٰہِ خَالِصَۃً مِّنۡ دُوۡنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الۡمَوۡتَ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ○ (البقرہ، ۲: ۹۴)

(اے محبوب (ﷺ) آپ فرما دیں: اگر آخرت کا گھر اللہ کے نزدیک صرف تمہارے لئے ہی مخصوص ہے اور لوگوں کے لئے نہیں تو تم (بے دھڑک) موت کی آرزو کرو اگر تم (اپنے خیال میں) سچے ہو)۔

پھر جب انہوں نے کہا کہ ہم ہی اولیاء اللہ ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ سے فرمایا:

قُلۡ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ ہَادُوۡۤا اِنۡ زَعَمۡتُمۡ اَنَّکُمۡ اَوۡلِیَآءُ لِلّٰہِ مِنۡ دُوۡنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الۡمَوۡتَ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ○وَلَا یَتَمَنَّوۡنَہٗۤ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتۡ اَیۡدِیۡہِمۡ ط وَاللّٰہُ عَلِیۡمٌۢ بِالظّٰلِمِیۡنَ○ (الجمعہ، ۶۲: ۶، ۷)

(آپ فرما دیجئے: اے یہودیو! اگر تم یہ گمان کرتے ہو کہ سب لوگوں کو چھوڑ کر تم ہی اللہ کے دوست (یعنی اولیاء) ہو تو موت کی آرزو کرو (کیونکہ اس کے اولیاء کو تو قبر و حشر میں کوئی پریشانی نہیں ہوگی) اگر تم (اپنے خیال میں) سچے ہو اور یہ لوگ کبھی بھی اس کی تمنا نہیں کریں گے اُس (رسول کی تکذیب اور کفر) کے باعث جو وہ آگے بھیج چکے ہیں۔ اور اللہ ظالموں کو خُوب جانتا ہے)۔

ولایت

ولی کسی شکل و شباہت کا نام نہیں اور نہ ہی جُبّہ و دستار کا نام ہے بلکہ دل سے اللہ سے دوستی کا نام ہے۔اور دوست وہ ہے جو اس کی خوشی اور رضا میں سب کچھ قربان کردے اور اللہ سے ملاقات کی خواہش رکھے اس کا نام ولایت ہے۔

لطیف نکتہ

میرے حبیب! ان یہود سے کہہ دو اگر تمہارا خیال ہے ہم اولیاء اللہ ہیں تو ہم پرکھ لیتے ہیں پھر موت کی تمنا کرو کیونکہ موت اللہ سے ملاقات کا نام ہے دوست کو دوست سے ملاقات نصیب ہو تو اور کیا چاہیے پھر خود ہی وہ پوری زندگی موت کی تمنا نہیں کریں گے لہٰذا جو موت کی تمنا نہ کرے وہ کہاں کا ولی ہے۔

معلوم ہوا وہ موت جس سے آخرت کی ابتداء ہوتی ہے وہ مومنوں کے لئے ملاقات کا لمحہ ہے اس لئے ہم مر گئے نہیں وصال کر گئے کہتے ہیں کیونکہ موت موصل الحبیب الی الحبیب ہے۔

سورہ الکہف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّ خَیْرٌ اَمَلًا ○ (الکھف، ۱۸ : ۴۶)

(مال اور اولاد (تو صرف) دنیاوی زندگی کی زینت ہیں اور (حقیقت میں) باقی رہنے والی (تو) نیکیاں (ہیں جو) آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے لحاظ سے (بھی) بہتر ہیں اور آرزو کے لحاظ سے (بھی) خوب تر ہیں)۔

اس آیت میں مال اور اولاد کو دنیاوی زندگی کی زینت قرار دیا گیا ہے جیسے میک اپ عارضی ہوتا ہے جس کے اترنے سے اصل چہرہ سامنے آجاتا ہے۔ لہٰذا زینت کبھی بھی باقی نہیں رہتی باقی رہنے والی صرف نیکیاں ہیں۔

اہم نکتہ

مرنے والے کے لئے ہم کہتے ہیں وہ پردہ کر گئے جبکہ رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ پردہ اٹھ گیا ہے کیونکہ موت پردہ ڈالتی نہیں پردہ اٹھاتی ہے ہم اس وقت پردے میں ہیں کفار کے لئے دھوکے کا پردہ ہے جبکہ مسلمان غفلت کے پردے میں ہیں۔

لَقَدْ کُنْتَ فِیْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَکَشَفْنَا عَنْکَ غِطَآءَکَ فَبَصَرُکَ الْیَوْمَ حَدِیْدٌ ○ (سورہ ق، ۵۰ : ۲۲)

(حقیقت میں تُو اِس (دن) سے غفلت میں پڑا رہا سو ہم نے تیرا پردۂ (غفلت) ہٹا دیا پس آج تیری نگاہ تیز ہے)۔

اسی طرح سورۃ البقرہ میں ارشاد فرمایا گیا:

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ ط وَعَلٰی اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ز وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ○ (البقرہ، ۲ : ۷)

(اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مُہر لگا

دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ (پڑ گیا) ہے اور ان کے لئے سخت عذاب ہے)۔

ہماری بصارتوں اور سماعتوں پر پردہ اس لئے ہے کہ قبر ہر روز آوازیں دیتی ہے۔

میں تاریکی کا گھر ہوں روشنی کا بندوبست کرکے آنا میں وحشت کا گھر ہوں اپنی رفاقت کا بندو بست کرکے آنا میں سانپوں اور بچھوؤں کا گھر ہوں جس سے حفاظت کا سامان کرکے آنا میں تباہی و ہلاکت کا گھر ہوں زندگی اور آبادی کا سامان کرکے آنا ہماری قبر ہر روز آواز دیتی ہے مگر ہماری سماعتوں پر غفلت کا پردہ ہے اس لئے اس آواز کو سنتے نہیں ہم روزانہ جنازے اور موت کا منظر دیکھتے ہیں مگر اس کے باوجود سمجھتے نہیں اس لئے کہ ہماری بصارتوں پر غفلت کا پردہ پڑا ہے۔ ہم اس زندگی کو دائمی حیات سمجھ بیٹھے ہیں اس لئے سب کچھ دنیا کے لئے کرتے ہیں۔

جب ہم وہاں کی زندگی کی طوالت اور دوام دیکھیں گے جس کا ایک دن یہاں کے پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا تو پھر پردہ اٹھے گا۔ اس زندگی کے مقابلے میں یہ زندگی قرآن کے مطابق یوں نظر آئے گی۔

كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوٓا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحٰهَا ۝ (النازعات: ۴۶،۷۹)

(گویا وہ جس دن اسے دیکھ لیں گے تو (یہ خیال کریں گے کہ) وہ (دنیا میں) ایک شام یا اس کی صبح کے سوا ٹھہرے ہی نہ تھے)۔

اور ہم صرف دن کے چاشت کے وقت یا ایک شام کے لئے ساری زندگی برباد کر رہے ہیں کیا وہ شخص دانشمند ہے جو تھوڑی مدت کی خاطر ساری مدت حیات برباد کردے۔

اسی طرح سورۃ یونس میں ارشاد فرمایا گیا:

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَنْ لَّمْ يَلْبَثُوٓا إِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ ط قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝ (یونس: ۱۰، ۴۵)

اور جس دن وہ انہیں جمع کرے گا (وہ محسوس کریں گے) گویا وہ دن کی ایک گھڑی کے سوا دنیا میں ٹھہرے ہی نہ تھے، وہ ایک دوسرے کو پہچانیں گے۔ بیشک وہ لوگ خسارے میں رہے جنہوں نے اللہ سے ملاقات کو جھٹلایا تھا اور وہ ہدایت یافتہ نہ ہوئے)۔

لہٰذا جب قیامت کے روز پردے اٹھیں گے اور زندگی کی اصل حقیقت کھلے گی کہ یہ تو صرف ایک منٹ یا پورے دن کا ایک لمحہ تھا جس لمحے کے لئے انہوں نے پوری زندگی برباد کر دی تھی۔ آج اسے ایک لمحہ خیال نہیں کر رہے کہ آگے پردے ہیں۔

لوگو! یہ پردے اٹھنے کا وقت کب آئے گا؟ بہتر ہے ہم خود ہی اٹھالیں چہ جائیکہ موت آکر اٹھائے پھر کچھ بھی ہاتھ نہیں آئے گا۔ عمل کو عمل کے زمانے میں کرلو اس لئے کہ جب دن چڑھ جائے تو عشاء کی نماز نہیں پڑھا کرتے اس کا وقت متعین ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو ہماری نماز رہتی ہے اور ہماری زندگی کا سورج ڈوب جائے۔

توبہ کی اہمیت اور ضرورت

صاحبزادہ مسکین فیض الرحمٰن درانی مرکزی امیر تحریک منہاج القرآن

تیسری قسط

اسلامی فلسفہ حیات میں انفرادی زندگی کا نصب العین اسے ''اخلاقی کمال'' کے سانچے میں ڈھالنا ہے اور اخلاقی کمال کی اعلیٰ ترین صورت رضائے الٰہی کا حصول ہے۔ رضائے الٰہی کا سب سے بڑا ذریعہ اطاعت و اتباع رسول ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ اور نبی محتشم ﷺ کی اطاعت، اتباع اور رضا وخوشنودی حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کا معیار عمل اور نمونہ کمال صحابہ کرامؓ کی مقدس زندگیوں میں نظر آتا ہے۔ یوں تو حضرت صدیقؓ، حضرت فاروقؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی اطاعت اور اتباع بے مثال تھی، دیگر صحابہ کرامؓ بھی اپنی مثال آپ تھے اس لئے حضور مکرم ﷺ نے فرمایا کہ میرے صحابیؓ ستاروں کی مانند ہیں، جس نے ان کی اقتداء کی وہ ہدایت پا گیا،

مومن کی ساری زندگی ایک جہاد مسلسل ہی تو ہے۔ صحابہ کرامؓ کی زندگی کیا تھی، فقط اپنے محبوب ومکرم حضور ﷺ کے حسن وجمال میں ڈوب کر ان کے اشارہ ابرو کی طرف دیکھتے رہنا اور فوری تعمیل حکم کرنا،

غزوہ تبوک مسلمانوں کے لئے بہت بڑی آزمائش تھی، نبی آخر الزمان ﷺ کا فرمان تھا کہ تمام مسلمان اس عظیم غزوہ میں شریک ہوں، حکم نبیؐ پر تمام مسلمان زور وشور سے غزوہ کی تیاری میں مصروف ہوگئے۔ نبی محتشم ﷺ اپنی روزانہ کی مجلسوں میں اس غزوہ کی اہمیت اور فضیلت پر گفتگو فرماتے اور مومنین کو اس میں شریک ہونے کی تلقین کرتے تھے۔

قرآن حکیم کی سورہ التوبہ کی آیت نمبر ۱۱۷ اور ۱۱۸ میں اس غزوہ کا ذکر ہے۔ مزید برآں نفس کا آزمائش کے وقت انسان کو صبر واستقامت کی راہ سے ہٹانے کی کوششیں، ماحول کی ناسازگاری اور غفلت و سہل انگاری انسان کی ندامت، پشیمانی اور توبہ کرنے پر حضور ﷺ کی دعا اور خوشی کی خاطر ان کو معاف کرنے کا بیان ہے۔ غزوہ تبوک میں دشمن کی فوج کی تعداد کثیر اور وہ ہر قسم کے حربی کیل کانٹے سے لیس تھی۔ گرمی کی بے پناہ شدت، بے سروسامانی جنگی سازو سامان کی کمی، خوراک کی عدم دستیابی اور تعداد

میں بہت کم ہونے کی بناء پر بعض مسلمانوں کی ہمت پست محسوس ہورہی تھی، لیکن محبوب پاک ﷺ کی سنگت، قربت، ہمت افزائی کے باعث اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے انہیں جہاد کی توفیق عطا فرمائی اور اپنے فضل واحسان سے ان کے ارادے مضبوط کئے اور جب بھی ان کے قدم ڈگمگاتے، اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت سے ان کو سنبھالا دیتی اور بالآخر مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم فتح سے ہمکنار فرمایا۔ سورہ توبہ کی آیات نمبر ۱۱۷ اور ۱۱۸ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ. ثم تاب عليهم ليتوبوا ان الله هو التواب الرحيم.

۱۱۷۔ ''یقیناً اللہ جل شانہٗ نے نبی (معظم ﷺ) پر رحمت سے توجہ فرمائی اور ان مہاجرین اورانصار پر (بھی) جنہوں نے (غزوہ تبوک کی) مشکل گھڑی میں (بھی) آپ (ﷺ) کی پیروی کی اس (صورت حال) کے بعد کہ قریب تھا کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل پھر جاتے پھر وہ ان پر لطف و رحمت سے متوجہ ہوا، بے شک وہ ان پر نہایت شفیق، نہایت مہربان ہے''۔

۱۱۸۔ ''اور ان تینوں شخصوں پر (بھی نظر رحمت فرمادی) جن (کے فیصلہ) کو موخر کیا گیا تھا یہاں تک کہ جب زمین باوجود کشادگی کے ان پر تنگ ہوگئی اور (خود) ان کی جانیں (بھی) ان پر دوبھر ہوگئیں اور انہیں یقین ہوگیا کہ اللہ (کے عذاب) سے پناہ کا کوئی ٹھکانہ نہیں، بجز اس کی طرف (رجوع کے) تب اللہ ان پر لطف وکرم سے مائل ہوا تاکہ وہ (بھی) توبہ و رجوع پر قائم رہیں، بے شک اللہ ہی بڑا توبہ قبول فرمانے والا، نہایت مہربان ہے''۔ (ترجمہ عرفان القرآن)

حضرت کعبؓ بن مالک، ہلالؓ بن امیہ اور مرارہؓ بن ربیع جو غزوہ تبوک میں محض سہل انگاری کی وجہ سے شریک نہ ہوسکے۔ وہ پکے مسلمان تھے، منافق نہیں تھے، قرآن حکیم میں ان کا عبرت انگیز واقعہ ہر دور کے مسلمانوں کے لئے ایک ناقابل فراموش سبق ہے، یہ لوگ حضور ﷺ سے محبت کرتے اور حضور نبی محتشم ﷺ ان پر شفقت فرمایا کرتے تھے، ان تینوں بزرگوں نے جو مثالی توبہ کی وہ رہتی دنیا تک مسلمانوں کے واسطے مشعل راہ ہے۔

حضرت کعبؓ بن مالک اکثر اپنے احباب کی محافل میں ان آیات کریمہ کی تفسیر بیان فرمایا کرتے تھے، وہ بڑھاپے میں نابینا ہوچکے تھے، ان کا یہ واقعہ کتب حدیث میں تفصیل سے درج ہے، یہ عبرت انگیز اور نصیحت آور واقعہ جو توبۃ النصوح کی

ایک نادر مثال ہے۔ انہی کی زبانی سنئے فرماتے ہیں۔

’’غزوہ تبوک کی تیاری کے زمانے میں، جب نبی اکرم ﷺ مسلمانوں کو اس غزوہ میں شریک ہونے کی تلقین فرمایا کرتے تھے، میں بھی ان صحبتوں میں شریک رہتا۔ میں جب بھی آپ کی باتیں سنتا، اپنے دل میں تہیہ کرتا کہ میں جہاد میں ضرور شرکت کروں گا، لیکن جب گھر آتا تو نفس کہتا کہ ابھی جانے میں کافی وقت ہے، میرے پاس تمام سامان حرب موجود ہے، صحت بھی اچھی ہے، پھر روانہ ہونے میں کیا دیر لگے گی اس طرح دن گزرتے گئے یہاں تک کہ سارے مجاہدین لشکر اسلامی کے ساتھ حضور نبی اکرم ﷺ کی قیادت میں میدان جنگ میں پہنچ گئے اور میں مدینہ میں بیٹھا ارادہ ہی باندھتا رہا۔

نبی محتشم ﷺ کی تبوک سے واپسی پر چند مسلمانوں نے جو غزوہ میں شریک نہ ہوئے تھے، اپنے کو مسجد نبوی کے ستونوں سے باندھ لیا تھا کہ جب تک رسول اللہ ﷺ معاف نہ فرمائیں گے، وہ اپنے کو نہ کھولیں گے۔ حضور مکرم ﷺ کا معمول تھا کہ آپ غزوات یا اسفار سے واپس تشریف لاتے تو مسجد نبوی میں رونق افروز ہوتے، میں بھی مسجد میں پہنچا۔ بعض منافقین بھی وہیں حضورؐ کی خدمت میں پہنچ کر اور قسمیں کھا کھا کر اپنی مصروفیات کا عذر پیش کررہے تھے۔ نبی اکرم ﷺ ان کے ظاہری عذر قبول کررہے تھے اور فرماتے جاتے کہ خدا تمہیں معاف کرے، جب میں حاضر ہوا تو نبی مکرم ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا۔ کہو تمہیں کس چیز نے روک دیا تھا، میں نے محسوس کیا کہ آپ ﷺ کی مسکراہٹ میں غصہ کے آثار بھی ہیں۔ میرا دل کٹ کر رہ گیا، لیکن میں نے صاف صاف ساری بات سچ سچ کہہ ڈالی، اے خدا کے رسولؐ! حقیقت یہ ہے کہ مجھے کوئی عذر نہ تھا، میں صحت مند اور خوشحال تھا، سواری اور سامان جہاد میرے پاس موجود تھا، بس میری کاہلی، سستی اور غفلت نے مجھے اس عظیم سعادت اور آپ کی سنگت میں جہاد سے محروم رکھا میری بات سن کر نبی مکرم ﷺ نے فرمایا۔ اچھا جاؤ اور انتظار کرو کہ اللہ جل جلالہٗ تمہارے معاملہ میں کوئی فیصلہ فرمائے، میں بھاری دل کے ساتھ اور غم کا بھاری بوجھ لئے اپنے قبیلے میں واپس آیا۔ قبیلے کے لوگوں نے مجھے برا بھلا کہا کہ تم نے بھی دوسرے لوگوں کی طرح کوئی بہانہ کیوں نہ بنایا، دین کے سب کاموں میں تم ہمیشہ پیش پیش رہے ہو، تمہاری اسلام کے لئے بہت سی خدمات ہیں۔ کوئی عذر پیش کردیتے تو معافی مل جاتی، میں نے قبیلے والوں سے کہا کہ میری مجال نہیں کہ نبی محتشم ﷺ کے سامنے کچھ جھوٹ گھڑ سکوں اور کوئی عذر پیش کرسکوں۔ بس جو سچ تھا وہی کہہ دیا میرے دو اور ساتھیوں نے حضرت مرارہؓ بن ربیع اور حضرت ہلالؓ بن امیہ نے بھی نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں کوئی بہانہ بنانے کی جرات نہیں کی اور من وعن سچی بات کہہ دی تھی۔ نبی

اقدس ﷺ کے حضور سچی بات عرض کرنے پر میرا دل مطمئن ہوگیا تھا اور میں نے طے کرلیا کہ میں اپنی سچائی پر جما رہوں گا۔

اس کے بعد نبی مکرم ﷺ نے ہم تینوں کے بارے میں ایک عام اعلان فرمایا کہ ہم سے کوئی بات نہ کرے اس اعلان کے بعد میرے لئے مدینے کی فضا بالکل اجنبی بن گئی اور میں اپنے قبیلے والوں اور رشتہ داروں میں بالکل بیگانہ بن کر رہ گیا، لوگوں نے مجھ سے علیک سلیک بند کردی، ایک دن جب میں بہت زیادہ اکتا گیا تو سخت ندامت اور پشیمانی لئے اپنے بچپن کے دوست اور چچا زاد بھائی ابوقتادہؓ کے باغ کی طرف گیا اور دیوار پر چڑھ کر انہیں سلام کیا، لیکن اس خدا کے بندے نے میرے سلام کا جواب تک نہ دیا۔ میں نے پوچھا۔

ابوقتادہؓ میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا مجھے خدا اور اس کے رسولؐ سے محبت نہیں ہے۔ وہ خاموش رہے میں نے دوبارہ پوچھا لیکن انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ تیسری بار جب میں نے قسم دے کر پوچھا تو بس انہوں نے اتنا کہا ''خدا اور خدا کے رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں'' میرا دل بھر آیا، آنکھوں سے اشک رواں ہوئے اور میں غم کا ایک بھاری بوجھ سینے پر لئے واپس آ گیا۔ انہی دنوں مجھ پر ایک افتاد نازل ہوئی ایک دفعہ بازار میں ملک شام کا ایک شخص مجھے ڈھونڈتا ہوا ملا اس نے عیسائیوں کے بادشاہ غسان کا خفیہ خط مجھے دیا میں نے کھول کر پڑھا تو اس میں لکھا تھا کہ ہم نے سنا ہے تمہارے صاحب نے تم پر بہت ستم توڑ رہے ہیں، تم کوئی ذلیل آدمی تو ہو نہیں، نہ اس لائق ہو کہ تمہیں ضائع کیا جائے، ہمارے پاس آؤ ہم تمہاری قدر جانتے ہیں ہم تمہارے مرتبے کے لائق سلوک کریں گے'' خط دیکھتے ہی میں نے کہا ''یہ ایک اور مصیبت نازل ہوئی'' اور اسی وقت خط کو نذر آتش کیا۔ میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کے حضور سجدے میں گڑگڑا کر اپنے گناہ کی معافی مانگا کرتا تھا۔ چالیس دن اس حالت پر گذر چکے تھے کہ نبی اکرم ﷺ کا فرستادہ یہ حکم لے کر آیا کہ اپنی بیوی سے بھی علیحدہ ہو جاؤ۔ میں نے پوچھا، طلاق دے دوں جواب ملا، نہیں بس الگ رہو، میں نے اپنی بیوی کو اس کے ماں باپ کے گھر بھیج دیا اور اس خدا کی بندی سے کہہ دیا کہ اب تم بھی خدا کے فیصلے کا انتظار کرو۔ مجھ پر زندگی کا ایک ایک لمحہ گویا قیامت تھی، پچاسویں دن میں فجر کی نماز کے بعد اپنی جان سے بیزار نہایت ہی مایوس اور غمزدہ اپنے مکان کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا کہ یکا یک کسی نے پکار کر کہا۔

''کعب! مبارک ہو'' یہ سنتے ہی میں سمجھ گیا اور خدا کے حضور سجدے میں گر گیا، پھر تو لوگ جوق در جوق میرے پاس مبارکباد دینے کے لئے آنے لگے اور کہنے لگے کہ تمہاری توبہ قبول ہوگئی، میں اٹھا اور بھاگ کر سیدھا نبی رحمت ﷺ کی بارگاہ اقدس میں

پہنچا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ نبی مکرم ﷺ کا چہرہ خوشی سے چمک رہا ہے۔ میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا تو رحمۃ اللعالمین ﷺ نے فرمایا کعب! مبارک ہو، یہ تمہاری زندگی کا بہترین دن ہے، میں نے عرض کیا حضورؐ! یہ معافی آپؐ کی طرف سے ہے یا خدا کی طرف سے؟ فرمایا، خدا کی طرف سے اور سورہ توبہ کی یہ آیتیں (۱۱۸،۱۱۷) پڑھ کر سنائیں۔

میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میری توبہ میں یہ نذر بھی شامل ہے کہ میں اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں صدقہ کردوں۔ فرمایا کچھ رہنے دو کہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے اس ارشاد کے مطابق اپنا خیبر کا حصہ رکھ لیا، باقی سب صدقہ کردیا پھر میں نے خدا سے عہد کیا کہ جس راست گفتاری کے صلے میں اللہ تعالیٰ نے مجھے معافی عطا فرمائی ہے اس پر تمام عمر قائم رہوں۔

بندے کو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور رحمتوں سے ہمیشہ پر امید رہنا چاہئے ایک سچے مسلمان کی زندگی اللہ کے خوف اور اس کی رحمت کی امید کی درمیانی کیفیت ہی بہتر ہوتی ہے۔ اسے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ سے ہر وقت ڈرتا رہے اور اس کی بے پایاں رحمتوں کی امید رکھے اس یقین کے ساتھ کہ اس کے گناہ خواہ کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں، اللہ کی رحمت اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے، سمندر کی جھاگ سے زیادہ گناہ کرنے والا بندہ جب نادم اور شرمسار ہوکر اللہ عزوجل کے دروازے پر انتہائی بیکسی کے عالم میں اپنے آپ کو گرادیتا ہے اور رو رو کر تائب ہوتا ہے اور اپنے گناہوں پر نادم ہوکر طلب استغفار کرتا ہے، تو رب جلیل اپنے محبوب پاک ﷺ کے توسل سے اس کی دعا و التجا سنتا ہے اور اس کو اپنے دامن رحمت میں پناہ دے دیتا ہے۔

سورہ زمر کی آیات نمبر۵۳ اور ۵۴ اپنے اندر ایمان کو تقویت دینے کی انتہائی امید افزا نوید لئے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

"اے میرے بندو! جو اپنی جانوں پر زیادتی کر بیٹھے ہو، اللہ کی رحمت سے ہرگز مایوس نہ ہونا، یقیناً اللہ تمہارے سارے کے سارے گناہ معاف فرمادے گا، وہ بہت ہی معاف فرمانے والا اور بڑا ہی مہربان ہے اور تم اپنے رب کی طرف رجوع کرنے والے ہوجاؤ اور اس کی فرمانبرداری بجا لاؤ، اس سے پہلے کہ تم پر کوئی عذاب آ پڑے اور پھر تم کہیں سے مدد نہ پاسکو"۔

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ سے دعا ہے کہ بطفیل خواجہ انام سرکار دو عالم نبی محتشم ﷺ ہر مسلمان کے دل میں جلد از جلد اپنے گناہوں پر شرمساری اور ندامت کا احساس پیدا فرمائے اور سچی توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سیدالمرسلین ﷺ

حکیم الامت علامہ محمد اقبالؒ
پیکرِ اخلاقِ حسنہ

حافظ شکیل احمد طاہر۔ فیصل آباد

حکیم الامت حضرت اقبالؒ نہ تو ظاہر دار تسبیح بدست ملاؤں کی طرح تھے، جن کی زبان ذاکر، دل غافل اور عمل مخالف ہو۔ اور نہ خشک فلسفیوں اور منطقیوں کی طرح شب و روز عقل پیچا کوں میں گم رہتے ہیں کہ عمل اور اخلاق کا گذر ہی جن کے پاس سے نہیں ہوتا۔ نہ ایسے قلم و قرطاس سے وابستہ کہ دفتروں کے دفتر سیاہ کرنے میں صرف کر دیں، نہ ہی شعراء غارین کی طرح ''فی کل واد یھیمون'' کے مصداق وادی وادی میں داد و تحسین شعری کیلئے مارے مارے پھرتے رہیں۔ حضرت حکیم الامت عمل کے انسان تھے۔ پیکر اخلاق حسنہ تھے۔ سوانحی اقبالیاتی ادب کا بنظر غائر مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اقبالؒ پیکر اخلاقِ کریمانہ تھے۔ ایسا کیوں نہ ہو کہ تعمیرِ اخلاقِ اقبال میں اولین معمار والدین اقبال ہیں۔ بعد ازاں شمس العلماء میر حسن کی صحبت و تربیت نے اس میں اور نکھار پیدا کیا۔ انہوں نے حضرت اقبال کو صرف لفظ شناسی ہی نہ سکھلائی بلکہ اعلیٰ اخلاقی اقدار سے بہرہ ور بھی کیا۔ صرف طلاقت لسانی زبان فہمی، زبان دانی ہی نہ سکھائی بلکہ اخلاق عالیہ کی آبیاری بھی قلبِ اقبال میں فرمائی۔ صرف گفتار کا غازی نہ بنایا بلکہ کردار کا غازی بھی بنایا۔ حیاتِ اقبال کا ورق ورق انہی بلند اخلاقی اقدار کا غماز و عکاس ہے۔ حضرت اقبال والیِ کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زلفِ گرہ گیر کے اسیر تھے۔ حب رسول ﷺ میں جوں جوں مدارج طے کیے توں توں سیرت اقبال میں اخلاق مصطفوی ﷺ کی جھلک دکھائی دینے لگی۔ وہ مظہر اخلاقِ مصطفوی ﷺ بن گئے۔ سیرت و کردار اقبال کا عمیق تجزیاتی مطالعہ کریں تو علم ہوتا ہے کہ وہ سنن ھدیٰ یعنی سنن عادیہ کی بھی پیروی فرماتے تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہمارے

> **تعمیر اخلاق اقبال میں والدین اقبالؒ اولین معمار ہیں۔ شمس العلماء نے اس کو مزید نکھارا ہے**

اقبالیین نہ جانے ان کو کہاں تلاش کرنے میں سرگرداں ہیں۔ پروفیسر فرمان اپنی کتاب ''اقبال اور تصوف'' میں رقم طراز ہیں کہ حضرت علامہ نے خود فرمایا کہ لوگ مجھے یونیورسٹی کی سیڑھیوں میں ڈھونڈتے پھریں گے لیکن میں تو میر حسن کے قدموں میں ہوں۔ حضرت اقبال مغربی جامعات میں اکتسابِ علم کیلئے ضرور گئے لیکن مغربی تہذیب و اخلاق ان پر اثر انداز نہ ہو سکا۔ جن آنکھوں میں مدینہ و نجف کی خاک کا سرمہ ہو ان کو تہذیبی فسوں کاری خیرہ نہیں کر سکتی۔ وہ مصطفوی، مرتضوی تھے۔ وہ دسترخوان علم و اخلاقِ مصطفوی اور مرتضوی کے ریزہ چیں تھے۔ وہ مغرب کے دریوزہ گر نہ تھے، وہ اسی نظام اخلاقیات (Ethical System) کے معلم و پرچارک تھے۔ تصور مرد مومن اور تصور خودی۔ ان دونوں تصورات کا عمیق تجزیہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تہوں میں فروغ اخلاق کریمانہ کا تصور مضمر ہے۔ مرد مومن، اوصاف حمیدہ، اخلاق حسنہ، عبادات تسلیمہ، اعمال صالحہ اور احوال عالیہ کا مجموعہ ہے۔ تصور خودی، خودنگری، خود اعتمادی، خودداری، نفس شناسی، معرفت ذات ہی کا دوسرا نام ہے۔ تصور خودی سے حضرت اقبال کا مقصود نظر تطہیر فکر اور تعمیر کردار ہے۔ دونوں تصورات کو یکجا کریں تو حضرت اقبال مبلغِ اخلاقِ حسنہ نظر آتے ہیں۔ حضرت اقبالؒ وہ مبلغ نہ تھے جن کیلئے ''لِمَا تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ'' کا حکم قرآنی ہے۔ وہ اوروں کو تعلیم و تلقین کر کے خود ''تَنْسُوْنَ اَنْفُسَکُم'' کے مصداق ہرگز نہ تھے۔ وہ مبلغ بالقول بھی تھے اور مبلغ بالعمل بھی تھے۔ ان کی زندگی کے شب و روز میں ہزار ہا قرائن و شواہد موجود ہیں۔ ہزارہا مظاہر اخلاقِ حمیدہ موجود ہیں۔ یہ صرف خوش عقیدگی کے دعوے ہی نہیں بلکہ امر واقعہ ہے کہ وہ مظہر اخلاق محمدی ﷺ تھے۔

اہم اخلاقی گوشے

۱۔ رفق و رحمت ۴۔ سادہ روی

۲۔ معادلت پسندی ۵۔ حمیت و تصلب

۳۔ اکرام ابوین ۶۔ حفظ اللسان

ذیل میں ہم حضرت علامہ اقبالؒ کے دو گوشوں پر قدرے تفصیل سے روشنی ڈالتے ہیں۔

۱۔ سادہ روی ۲۔ حفظ اللسان

سادہ روی

تکلف اور تصنع اور سادہ روی اخلاق حسن ہے۔ سادگی میں اخلاص کا پہلو ہے۔ موتی خواہ تاجِ شہی میں خواہ فرشِ زمیں پہ ہوں وہ موتی ہوتا ہے۔ ''وَمَا اَنَا مِنَ الْمُتَکَلِّفِیْنَ'' میں ترکِ تکلف کی تعلیم ہے۔ بمفہوم مخالف (Voice Service) سادہ روی کا حکم ہے۔ حضور نبی اکرم (ﷺ) کا لباس مبارک سادہ، خوراک سادہ، طرزِ گفتگو سادہ، طرزِ نشست سادہ تھا۔

خزائن الارض جن کے دستِ مبارک میں ہوں۔

آپ قاسم خزائن خداوندی ہیں۔ کائنات تحت وفوق میں آپ کے رخ کا صدقہ بٹ رہا ہے۔

سیرت و سوانح حضرت حکیم الامتؒ کا مطالعہ کریں تو اقبال نقوشِ قدومِ مصطفیٰ علیہ الصلوۃ کے متلاشی ہیں۔ وہ کاملاً متبع اخلاقِ محمدی ﷺ ہیں۔ ملفوظاتِ اقبال، سوانحی تذکارِ اقبال کا مطالعہ کیجئے طرزِ نشست، طرزِ تکلم، طرزِ طعام، طرزِ مقام سادگی کا آئینہ دار ہے۔ ہر چند آپ عبقریٔ عصر تھے۔ علوم و فنون کا بحرِ مواج تھے۔ جس موضوع پہ چل نکلتے بحرِ ناپیدا کنار نظر آتے لیکن گفت و تکلم میں سادگی کا عنصر ظاہر ہوتا ایسے ہی علمی رعب کے لئے ثقیل اصلاحات، دقیق الفاظ استعمال نہ کرتے، بات رس بھری کرتے، معانی و مطالب کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہوتا۔ نہ کوئی پہلو تشنہ لب رہتا نہ سامعین مجلس کے لئے بعید از فہم ہوتا۔ حضرت اقبالؒ کَلِّمُوا النَّاسَ عَلَى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ کا مظہر اتم تھے۔ ڈاکٹر رشید صدیقی صاحب جو اردو زبان و ادب کا ایک معتبر حوالہ ہیں سنجیدہ مزاح نگاری اور شخصی خاکہ نگاری میں اولیت کا شرف پایا۔ ''گنجہائے گراں مایہ'' میں لکھتے ہیں کہ حضرت علامہ کی شہرت عام اور مطبوعہ کلام کے بعد میں آپ کی زیارت کا مشتاق ہو گیا۔ یہ شوقِ ملاقات مجھے لاہور لے آیا۔ جانے ذہن میں کیا کیا خیالات آئے۔ نہ جانے ذہن میں آپ کے لئے کیا نقوش ابھرے۔ جب حاضرِ خدمت ہوا ان دنوں آپ وکالت کے لئے جایا کرتے تھے۔ جلدی جلدی باہر تشریف لائے میں منتظر زیارت تھا۔

علی بخش جو آپ کے خادم خاص تھے ان سے فرمایا کہ یار علی بخش میرا قَلْمُ اندر رہ گیا ہے اب کیا تھا کہ اس تلفظ کے سنتے ہی مرے تصورات کو ایک ضرب لگی پھر فرمایا کہ یار علی بخش بھائی رشید صدیقی کے لئے وہ ''پھلودا'' لاؤ۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں اب تو مرا پیمانۂ صبر لبریز ہوگیا۔ میں نے عرض کی حضرت یہ قلم نہیں ہوتا قَلَم ہوتا ہے اور پھلودا نہیں فالودہ ہوتا ہے۔ آپ کی عالی ظرف وسعت قلبی کو سنتے رہے اور پھر فرمایا کہ آپ تو علی گڑھ کے پروفیسر ہیں! ہنستے ہنستے مرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا پس کیا تھا کہ حجابات میری نگاہوں میں اٹھا دیئے گئے۔ ملاء اعلیٰ سے انوارِ علم کا ورود آپ کے وجود پہ ہو رہا تھا۔ میں دست بستہ کھڑا ہوگیا۔ یہ تو آپ کی سادہ مزاجی تھی کہ آپ گھر کے ماحول میں ٹھیٹھ پنجابی بولتے۔ تکلف کا شائبہ تک نہیں تھا۔ جب لب کھولتے موتی رولاتے۔ ملبوسات اقبال میں سادگی کا کمال درجے کا اظہار ہوتا۔ روزگارِ فقر میں وحیدالدین فقیر نے آپ کے سادہ ملبوسات کا عمدہ نقشہ کھینچا ہے۔ وہ قطعاً تکلفات کے قائل نہ تھے۔ وہ فقیر و درویش تھے۔ وہ گدڑی میں لعل تھے۔ کفالت ضروریات ان کا نقطہ نظر تھا۔ وہ چاہتے تو عالی شان محل تعمیر کرا سکتے تھے۔ ٹھاٹ سے زندگی گزارتے، خدام کی ایک قطار ہاتھ باندھے کھڑی ہوتی۔ فقر اختیاری کا منظر ہماری سیرتِ اقبال میں بہت نمایاں نظر آتا ہے۔ سید نذیر نیازی۔ اقبال کے حضور میں

حضرت حکیم الامت علامہ محمد اقبالؒ رفق و رحمت، شفقت و مودت کا مظہر اتم تھے

شاعر مشرق کی عالمگیر شہرت کی ایک وجہ معادلت پسندی ہے

کہتے ہیں کہ آپ جس مکاں میں رہائش پذیر تھے اس کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ 120 روپے کرایہ دیتے۔ بڑا معقول کرایہ تھا۔ آپ کے کسی دوست نے کہا کہ حضرت آپ مکان بدل کیوں نہیں لیتے۔ اتنے کرایہ میں تو عمدہ مکاں مل سکتا ہے لیکن آپ کے دل کی ڈوریاں مکین گنبد حضریٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جڑی ہوتی تھیں۔ یہ فقر و سادگی آپ کی اختیاری تھی۔ یہ حضور نبی اکرم ﷺ کے اخلاق کی اتباع کا مظہر تھی۔ اس قدر عالمگیر شہرت جوان کو زندگی میں ملی۔ ان کے نہاں خانہ دل میں کبھی اس خو نے انگڑائی نہ لی کہ وہ عظیم رہائش گاہ بناتے۔ اب جو جواب مرہمت فرمایا وہ بھی سنیے اور دلوں میں محبت اقبال کو اور راسخ کیجئے۔ فرمایا یہ گھر دو یتیم بچوں کا ہے جن کا کوئی کفیل نہیں ہے۔

وہ محض اخلاقی انداز کے حامل نہ تھے بلکہ کفش برداریٔ مصطفیٰ ﷺ ہی کو اعزاز سمجھتے تھے۔ ڈاکٹر منہاج الدین ''افکار و تصورات اقبال'' میں لکھتے ہیں کہ جب مسجد شہید گنج کا مسئلہ درپیش تھا تو کسی رئیس کے ہاں ٹھہرنا ہوا۔ ہند کے تین بڑے وکلاء اور دانشوروں کو اکٹھا کیا گیا تاکہ کوئی راہِ عمل طے کی جائے۔ علامہ خود فرماتے ہیں پرتکلف بستر دیکھتے ہی میرے دل میں خیال آیا ''اقبال تو جس نبی سے محبت کرتا ہے وہ تو گداز بستر استعمال نہ فرماتے تھے۔ محبت اس نبی سے اور بستر گداز، آنکھیں گوہر بار ہو گئیں دوسرے احباب آرام سے نیند کرتے رہے لیکن میں رات بھر نہ سو سکا۔

یہ حضرت اقبال ہیں یہ ان کے سیرتی محاسن ہیں۔ یہ ان کے سوانحی گوشے ہیں۔ یہ ان کے اخلاقی محاسن ہیں۔ خورد و نوش طعام میں بھی سادگی کا کمال کا عنصر تھا۔ غذاؤں کے معاملہ میں سادگی پسند تھے جو دراصل سادگیٔ مصطفیٰ ﷺ کی پیروی تھی۔ مکتوبات اقبال مرتبہ شیخ عطا اللہ بعنوان اقبال نامہ کے اوراق گواہ ہیں۔ خود فرماتے ہیں کہ اپنے والد گرامی کو اپنی غذاؤں کے متعلق آگاہ کیا فرمایا میں غذاؤں میں سرکارِ ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کرتا ہوں۔

حفظ اللسان

زبان مظہر شخصیت ہے قولوا للناس حسنًا میں حسنِ استعمالِ زبان کی تعلیم ہے اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ میں لسانه کو مقدم رکھا گیا۔ اس میں حفظ اللسان کا پہلو ہے۔ فليقل خير و ليصمت میں تراغیب قول خیر یا صمت و سکوت یعنی محافظت زبان کا پہلو ہے قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ خَيْرٌ مِّنْ صدقه میں عمدہ بات کہنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ انبیاء مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم حفظ اللسان کی عمدہ ترین عملی تفسیر تھے ہر چند کہ لسانی ایذاء سب سے زیادہ انہیں ہوا ہے لیکن یہ ظرف پیغمبرانہ تھا کہ گالیاں سنتے رہے اور دعائیں دیتے رہے۔ سرکار دوعالم ﷺ صاحب لواء الحمد کے دونوں لب ہمیشہ دعا کے مبارک کلمات سجے۔ پتھر برسانے والوں اور

لسانی ایذائیں دینے والوں کے لئے فرمایا اَللّٰھُمَّ اِھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ سیرت و سوانح اقبال میں حفظ اللسان کا پہلو ایک بلند ترین اخلاقی قدر کے طور پر موجود ہے۔ اقبالیاتی ادب میں سیرت و سوانح کا جتنا ذخیرہ موجود ہے ورق ورق چھانٹ لیجئے۔ ایک حوالہ بھی نہ ملے گا مستزاد یہ ہے کہ ایک جملہ بھی نہیں ملے گا ہر چند ان کو تاریخ ساز اور عبرت ناک ایذائیں دی گئیں۔ حسد و منافرت نے کیا کیا گل کھلائے۔ کن کن طریقوں سے کردار کشی کی گئی۔ ان کی شخصیت کو مجروح کرنے کے لئے کتنا زور قلم صرف ہوا اور یہی امر حق ہے جو محبوب تر ہوتا ہے۔ وہ محود تر ہوتا ہے لیکن آپ نہ کبیدہ خاطر ہوتے اور نہ ہی گراں محسوس کرتے۔ نہ ہی ضیق قلبی کا مظاہرہ فرماتے۔ پھل دار درختوں کو دنیا پتھر ہی تو مارا کرتی ہے۔ پیغمبرانہ اتباع میں جو دعوت حق دی جائے گی لامحالہ ایذاؤں کا سامنا کرنا ہوگا۔ حضرت علامہ اقبال تنقید کے پیالے کو مسکراتے ہوئے پی گئے۔ تحریر اور تقریر میں ایک جملہ بھی جوابی نہیں فرمایا۔ کم گوئی، صمت اور سکوت کو عبادت کا درجہ دیا گیا ہے۔ اقبال کے حضور، روزگار فقیر حیاتِ اقبال، سیرتِ اقبال کا مطالعہ کریں تو واضح ہوتا ہے کہ یہ آپ کا طبعی خاصہ تھا۔ آپ اکثر خاموش رہتے۔ پہروں کے پہر زبان پہ سکوت کا پہرہ رہتا۔ سوچوں کے گہرے سمندروں میں ڈوبے رہتے۔

عبقریٔ اسلام علامہ محمد اقبالؒ احترام والدین میں اسوۂ رسولؐ کے کامل پیرو تھے

بسیار گوئی شخصیت کو مجروح کر دیتی ہے۔ کم گفتن اہل تصوف کا مشرب ہے۔ جب بولتے مختصر، جامع، مطابق واقعہ بولتے۔ رکیک اور متبدل گفتگو کا گزر بھی آپ کے پاس سے نہ ہوا۔ گفتگوئے اقبال کے ادبی فکری، علمی، لسانی محاسن کے ساتھ ساتھ اخلاقی محاسن کا گوشہ از خود توجہ کا طالب ہے۔ یہ ان کی پاکیزہ شخصیت کا عکس ہے۔ کم گوئی اور خوب گوئی کا حسین امتزاج ہے حکیم الامت کی مجلس میں بیٹھنے والے گویا سمندر کنارے بیٹھتے تھے جس کے ہر مد و جزر میں جواہر کا انبار ہوتا تھا۔ حسب استعداد ہر ایک اپنا دامن گوہروں سے بھرتا۔ حضرت اقبال خوش گو بھی تھے۔ مصنوعی رعب و جلال علمی ان کے پاس سے نہ گزرا تھا۔ ان کی شگفتہ کلامی میں دل آزاری کا پہلو نہ تھا۔ ہمیشہ زیر لب تبسم فرماتے۔ مرغی کے بچوں کے لئے فرماتے: بھائی فوج کو میرے کمرے سے نکال دو۔ گفتار اقبال میں افضل حق کہتے ہیں کہ ایک علمی مذاکرہ میں اقوام متحدہ کے کردار پہ روشنی ڈال رہے تھے۔ فرمایا: اقوام متحدہ نہیں بلکہ اقوام مُفسِدہ ہے۔ فرماتے ہیں: ایک روز ابلیس آرام دہ کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس کے چیلوں نے پوچھا: آپ آرام فرما رہے ہیں کیا کام مکمل ہو گیا۔ ابلیس نے کہا: جب سے اقوام متحدہ بنی ہے ہمیں تکلیف کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ خشک طبیعت کے مالک نہ تھے۔

شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ اور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ کا تعلق عشقِ مصطفیٰ ﷺ

صاحبزادہ محمد حسین آزاد

عشق کا معنی و مفہوم

اسلامی تعلیمات کا سرسری جائزہ لینے سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہوجاتی ہے کہ اسلام کی روح عشق ہے۔ عشق کے لغوی معنی کسی شے کے ساتھ دل کا وابستہ ہوجانا ہے۔ عشق و محبت کے الفاظ اکثر ہم معنی استعمال ہوتے ہیں۔ لیکن اہل زبان نے ان میں یہ فرق کیا ہے کہ محبت جب شدید تر ہوجائے اور محویت کا عالم طاری ہوجائے تو اسے عشق کا نام دیا جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں عشق، محبت کی زیادتی کا نام ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عشق محبت کا محبوب کے ساتھ والہانہ تعلق ہے۔ عشق، حقیقی بھی ہوتا ہے اور مجازی بھی عاشق کو عاشق اس لیے کہتے ہیں کہ وہ شدت آرزو اور زیادتی محبت کے باعث دبلا ہوتا چلا جاتا ہے جیسے ''العشقہ'' اس جھاڑی کو کہتے ہیں جسے کاٹ دیا جائے تو وہ پتلی ہوجاتی ہے۔ اگر چہ لفظ عشق اچھے اور برے دنوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے لیکن اکثر یہ اچھے معنوں میں ہی استعمال ہوتا ہے۔ لہذا عشق کے مزموم پہلو سے قطع نظر ہم عشق کے پس منظر میں جو اصل تصور کار فرما ہے قرآن و حدیث کے مطابق اس کا جائزہ لیتے ہیں تاکہ عشق کا اصل تصور روز روشن کی طرح واضح ہوسکے۔

قرآن و حدیث اور تصور عشق

عشق کی علامات سے ایک علامت محبوب کے ساتھ جنون کی حد تک محبت کرنا ہے۔ قرآن اس مضمون کو ایک مقام پر ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

والذین آمنوا اشد حباللہ اور ایمان والے وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ٹوٹ ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں۔ (البقرہ۲، ۱۶۵)

اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں دوسرے مقام پر اپنے عاشق صادق اور محب صادق ﷺ سے فرمایا۔

وتبتل الیہ تبتیلا. (اے محبوب ﷺ) اور ہر ایک سے دل کا رشتہ توڑ کر اسی کے ہو رہو۔ (المزمل ۸،۴۷)

عشق کی ایک اور علامت ہمہ وقت محبوب کو یاد رکھنا ہے خواہ سفر ہو یا حضر ہو، جلوت ہو یا خلوت ہو، دن ہو یا رات ہو۔ جس کا تذکرہ قرآن حکیم ان الفاظ میں کرتا ہے۔

وکانوا قلیلاً من اللیل مایھجعون وبالا سحارھم یستغفرون. وہ راتوں کو کم سوتے ہیں اور پچھلی رات سحر کے وقت اللہ کے حضور رو رو کر معافی مانگتے ہیں۔ (الذاریات ۵۱، ۱۷، ۱۸)

اس طرح اسی مضمون کے تسلسل میں بعض عاشقین کا ذکر کرتے ہوئے دوسرے مقام پر قرآن کہتا ہے۔ تتجا فی جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفا وطمعا (عاشق لوگ تو وہ ہیں) کہ شب کے راحت کدوں میں بھی ان کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں اور وہ خوف اور امید کی حالت میں اپنے رب کو پکارتے رہتے ہیں۔ (السجدہ ۳۲، ۱۶)

عارف کھڑی شریف میاں محمد بخشؒ اس مقام پر کیا خوب فرماتے ہیں۔

رات پوے تے بے درداں نوں نیند پیاری آوے
درد منداں نوں تانگ سجن دی ستیاں آن جگاوے

عاشق کی ایک اور علامت وصفت کا ذکر کرتے ہوئے قرآن حکیم ارشاد فرماتا ہے۔

تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا (تو انہیں دیکھتا ہے کہ وہ رب کے حضور رکوع اور سجود کی حالت میں ہر وقت اللہ کے فضل اور اس کی رضا وخوشنودی کے متلاشی رہتے ہیں) (الفتح ۴۸، ۲۹)

یہ رضا و خوشنودی اسی صورت میں پیدا ہوسکتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سے کامل محبت اور کامل وابستگی حاصل ہو اور اللہ تعالیٰ سے محبت وکامل وابستگی کا انحصار اتباع رسول ﷺ پر ہے اور اتباع رسول ﷺ کا انحصار حب رسول ﷺ پر موقوف ہے۔ دونوں چیزیں آپس میں لازم وملزوم ہیں۔ جس کا ذکر قرآن حکیم ان الفاظ میں کرتا ہے۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (اے محبوب ﷺ) آپ فرمادیجئے کہ اگر تم واقعی اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔

گویا عشق الٰہی کا زینہ عشق رسول ﷺ ہے اور جب تک حب رسول ﷺ اپنے کمال پر پہنچے مومن عشق کی حلاوت و چاشنی سے سرشار نہیں ہوسکتا خود فرمان نبوی ﷺ سے بھی اس امر کی تصدیق و توثیق ہوتی ہے۔

لن یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من نفسہ (تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ہرگز صاحب ایمان نہیں ہوسکتا جب تک میری ذات اس کے نزدیک اس کی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہوجائے) (البخاری)

دوسرے مقام پر فرمان نبوی ﷺ ہے۔

لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ

من والدہ وولدہ والناس اجمعین تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک صاحب ایمان نہیں ہوسکتا جب تک میری ذات اس کے نزدیک اس کے والد اس کی والدہ اور دنیا کے تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجائے۔ (البخاری)

حضرت عمر فاروقؓ سے جو حدیث مبارکہ مروی ہے وہ اس سے بھی زیادہ واضح ہے جس میں آپ آقا ﷺ کے ساتھ اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

انت احب الی یارسول اللہ من کل شیء الا نفسی التی بین جنبی یارسول اللہ ﷺ! آپ مجھے کائنات کی ہر شے سے عزیز ہیں۔ سوائے اس جان کے جو میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے۔

یہ سن کر محبوب مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لاتکون مومنا حتی اکون احب الیک من نفسک (تو ہرگز مومن کامل نہیں ہوسکتا جب تک میں تجھے تیری جان سے بھی زیادہ عزیز تر نہ ہوجاؤں)

حضرت عمر فاروقؓ نے شدت احساس اور فرط محبت سے فوری طور پر عرض کی۔

والذی انزل علیک الکتاب لانت احب الی من نفسی اللتی بین جنبی اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی اب آپ مجھے اپنی اس جان سے بھی زیادہ عزیز تر ہیں جو میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے۔

اس پر رحمۃ اللعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الان یاعمر! تم ایمانک (اے عمرؓ اب تمہارا ایمان کامل ہوا ہے)

اس سے معلوم ہوا کہ مومن کامل وہ ہے کہ جس کا قلب ہمہ وقت عشق مصطفیٰ ﷺ سے لبریز رہے۔ آتش لاہوری اسی لئے کہتے ہیں۔

ہزار عشق ہو بتوں سے آتش پر وہ کہاں
دل کو جو خاص تعلق مہ عرب سے ہے

علامہ اقبالؒ اور تصور عشق

شاعر مشرق حکیم الامت علامہ اقبالؒ عشق کے دلدادہ ہیں۔ ان کے نزدیک کیف و مستی، جزب و شوق، والہانہ پن اور جنون کی کیفیت نہ ہو تو من کی دنیا ہی آباد نہیں ہوتی اس لئے آپ سب کچھ عشق ہی کو قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں۔

مرد خدا کا عمل، عشق سے صاحب فروغ
عشق ہے اصل حیات، موت ہے اس پر حرام
عشق کی تقویم میں عصر رواں کے سوا
اور زمانے بھی ہیں، جن کا نہیں کوئی نام
عشق دم جبرئیل، عشق دل مصطفیٰ
عشق خدا کا رسول، عشق خدا کا کلام
عشق فقیہہ حرم، عشق امیر جنوں
عشق ہے ابن السبیل، اس کے ہزاروں مقام
عشق کے مضراب سے، نغمہ تار حیات
عشق سے نور حیات، عشق ہے نار حیات

ایک اور مقام پر مومن اور عشق کا تعلق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

مومن از عشق است و عشق از مومن است
عشق را ناممکن ما، ممکن است

صدق خلیل ہو یا صبر حسین، معرکہ ہائے بدر وحنین ہوں یا زندگی کے دیگر احوال و کیفیات ہر مقام پر عشق ہی کی کارفرمائی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

صدق خلیل بھی ہے عشق
صبر حسین بھی ہے عشق
معرکہ وجود میں
بدر و حنین بھی ہے عشق

قائد تحریک اور تعلق عشق

تحریک منہاج القرآن سے وابستگی رکھنے والا ہر شخص بخوبی آگاہ ہے کہ شیخ الاسلام، مفکر اسلام، مفسر قرآن حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہرالقادری مدظلہ العالی کو تاجدار کائنات، مکین گنبد خضریٰ، رحمۃ للعلمین، راحۃ اللعاشقین، آقائے دو جہاں، احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے بے حد جذباتی وابستگی اور حبی و عشقی تعلق ہے آپ عصر حاضر میں امت مسلمہ کو درپیش جملہ مسائل کا حل نسبت محمدی ﷺ کی پختگی اور حضور نبی کریم ﷺ سے تعلق عشقی استوار کرنے میں مضمر سمجھتے ہیں چنانچہ اکثر وبیشتر آپ کی تقریر و تحریر کا ہر موضوع خواہ وہ اسلام کا اقتصادی و معاشی نظام ہو یا سائنسی و تحقیقی، معاشرتی و سماجی ہو یا اخلاقی و روحانی ہر ایک کا اختتام عشق رسالت مآب ﷺ پر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ سے تعلق رکھنے والا اور جاننے والا ہر شخص آپ کو دوسری تمام خوبیوں سے زیادہ عاشق رسول اکرم ﷺ کی حیثیت سے دیکھتا ہے یہ پہلو بلاشبہ آپ کی شخصیت کے جملہ انفرادی پہلوؤں پر بھاری ہے۔ اس لئے کہ

ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان اوست
بحر و بر در گوشہ دامان اوست

آپ کا خطاب سننے والا ہر شخص اس حقیقت سے اچھی طرح آگاہ ہے کہ آپ جس طرح ذکر رسول اکرم ﷺ پر حاضرین کے دلوں کے تار چھیڑتے ہیں اور پھر جس طرح اٹھنے سے پہلے ان کے بنجر اور ویران دل حضور نبی کریم ﷺ کی محبت و عشق سے سرشار ہوجاتے ہیں۔ یہ سعادت اس دور میں شاید ہی کسی کے حصے میں آئی ہو۔ کتنے ہی نوجوان ایسے ہیں جو کبھی گلیوں، محلوں اور بازاروں میں آوارہ گردی کرتے تھے اور والدین و اہل محلّہ کے لئے پریشانی کا سبب تھے۔ وہ مساجد سے دور اور اسلام سے گریزاں تھے لیکن جب وہ آپ کی صحبت کیمیا اثر میں آئے براہ راست آپ کی پراثر اور پردرد گفتگو سنی یا محض کیسٹ سننے کا اتفاق ہوا تو وہ اسی لمحے اسلام کے نہ صرف سچے شیدائی بن گئے بلکہ اب ان کی زندگیاں اپنے خاندان میں ایک مثالی حیثیت اختیار کرگئی ہیں۔ کتنے ہی نوجوان جو فحش گانوں اور پیشہ ور مغنیات کی سریلی

دھنوں کے ذریعے دلوں کو کیف آشنا کرنے والے تھے۔ اب سرکار مدینہ ﷺ کی نعتِ مبارک نہ سنیں تو چین نہیں آتا۔ اب وہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر آنسو بہاتے ہیں۔ عارضی اور ناپائیدار پیکران حسن کے کتنے پجاری جب آپ کے پاس آئے اور آپ کی زبان حق سے اسی پیکر جمال ﷺ کا تذکرہ سنا۔ ان کی رعنائی حسن اور کرم نوازیوں کا علم ہوا تو سب دنیوی حسن بھلا کر اسی حسن کے متوالے بن گئے اور سب نسبتیں ترک کر کے صاحب گنبد خضریٰ ﷺ سے نسبت غلامی پر فخر کرنے لگے اور کتنے لوگ ایسے بھی تھے جو تنقید کی غرض سے آئے لیکن شیریں بیانی کا ایسا شکار ہوئے کہ اس وقت وہی مصطفوی انقلاب کے سرفروش سپاہی ہیں۔ کتنے ہی غیر مسلم سراپا سوال بن کر آپ کے پاس آتے ہیں۔ انہیں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو سرے سے اللہ تعالیٰ کے وجود کے ہی منکر ہیں مگر جب بہتی ہوئی ندی جیسی رواں زباں سے پختہ دلائل و براہین کے ساتھ ساتھ آپکے ساتھ محافل ذکر و نعت میں بیٹھتے ہیں تو اٹھنے سے پہلے نہ صرف خدا کے وجود کو تسلیم کر رہے ہوتے ہیں بلکہ زار و قطار روتے ہوئے ذکر الٰہی بھی کرواتے ہیں اور پکار اٹھتے ہیں کہ ''آج صبح اللہ میرے دل میں اتر آیا'' (نومسلم بار تواند رادے) اس طرح کتنے ہی غیر مسلم آپ کے ذریعے حلقہ بگوش اسلام ہوتے اور نبی آخرالزماں آقائے دو جہاں ﷺ کی غلامی میں آجاتے ہیں۔ آپ کی زبان حق ترجمان کے ذریعے لوگ عشق و محبت رسول اکرم ﷺ کی گراں بہا دولت سمیٹ رہے ہیں۔ آپ کی ذات اس شعر کا عملی نمونہ دکھائی دیتی ہے۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کردے

یہی وجہ ہے کہ جہاں آپ نے 1979ء میں وفاقی شرعی عدالت میں مسلسل تین دن تک رجم کے حد ہونے پر نہایت مدلل بحث کی اور سینکڑوں دلائل کے ساتھ رجم کا حد ہونا ثابت کیا جس کے نتیجے میں وفاقی شرعی عدالت نے مورخہ 20 جون 1992ء کو رجم کو بطور حد تسلیم کرلیا اور اپنا سابقہ فیصلہ واپس لے لیا۔ اسی طرح جہاں آپ نے جولائی 1994ء میں حکومت پاکستان کے خلاف قادیانیوں کی طرف سے دائر کردہ درخواست کی سماعت کے دوران اسلام میں غیر مسلم اقلیت کے حقوق اور ان کی مذہبی آزادی کی حدود کے موضوع پر قرآن وسنت کے بے شمار دلائل کے ساتھ بحث کی جس کے نتیجے میں وفاقی شرعی عدالت نے قادیانیوں کی درخواست مورخہ 20 جولائی 1984ء کو خارج کردی اور فلسفہ ختم نبوت کی قانونی اہمیت روز روشن کی طرح آشکار ہوگئی اسی طرح جہاں آپ نے حکومت کے ایک وزیر کے بیان اور موقف پر کہ اسلام میں سود کا متبادل بینکاری نظام موجود نہیں

ہے آپ نے 7 اکتوبر 1992ء کو موچی دروازہ میں ہزار ہا افراد کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے سود کا متبادل بینکاری نظام پیش کیا اور حکومت وقت کو متنبہ کیا کہ اسے نافذ کیا جائے اور اگر اس میں وہ کوئی نقص یا عیب نکالیں تو پھر PTV پر ماہرین اقتصادیات کے ساتھ ان کی نشست کا اہتمام کیا جائے مگر چونکہ حکومت مخلص نہ تھی۔ اس لئے اس پر عملدر آمد نہ ہوسکا مگر وہ قابل عمل بلاسود بینکاری نظام اب بھی موجود ہے۔

وہاں آپ نے نومبر 1985 میں وفاقی شرعی عدالت پاکستان میں توہین رسالت ﷺ کے مرتکب کے لئے سزا کے تعین کے انتہائی نازک اور اہم قانونی مسئلے پر 14 نومبر تا 17 نومبر 1985ء مسلسل تین دن تک عدالت میں دلائل دیئے جس میں آپ نے قرآن وسنت کے واضح دلائل سے یہ ثابت کیا ''گستاخ رسول واجب القتل ہے اور اس کی توبہ بھی قبول نہیں ہے''۔ یہ مسئلہ خالصتاً ہمارے ایمان کا مسئلہ تھا اور ہمارے ایمان کی بنیاد عشق رسالت مآب ﷺ پر ہے جس کو ثابت کرکے آپ نے سچے عاشق رسول ﷺ ہونے کا حق ادا کردیا۔ اس لئے وابستگان تحریک منہاج القرآن کا اپنے قائد کے بارے میں عقیدہ یہ ہے کہ

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

☆☆☆☆☆

اظہار تعزیت

منہاج القرآن علماء کونسل ضلع فیصل آباد کے امیر اور عظیم تحریکی رہنما علامہ سید ہدایت رسول قادری صاحب کی والدہ محترمہ گذشتہ دنوں بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔ جن کی وفات پر شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے CWC کے اجلاس میں خصوصی دعا فرمائی۔ مرکز سے مرکزی امیر تحریک منہاج القرآن صاحبزادہ مسکین فیض الرحمٰن درانی کی قیادت میں 7 رکنی قائدین کے وفد نے جنازے میں شرکت کی جبکہ حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم خان صاحب (صدر دارالافتاء تحریک منہاج القرآن) نے مرحومہ کی نماز جنازہ پڑھائی جس میں کثیر تعداد میں مقامی علماء ومشائخ اعزہ واقارب اور عوام الناس نے شرکت کی۔ اگلے دن ناظم اعلیٰ تحریک محترم ڈاکٹر رحیق احمد عباسی کی سربراہی میں 10 رکنی وفد جس میں امیر پنجاب، سیکرٹری شیخ الاسلام اور جملہ ناظمین شامل تھے نے فیصل آباد جاکر علامہ سید ہدایت رسول اور ان کے بھائیوں سے اظہار تعزیت کیا اور مرحومہ کی بخشش ومغفرت اور پسماندگان کے صبر جمیل کے لئے خصوصی دعا کی۔

اللہ تعالیٰ موصوف اور جملہ ورثاء کو یہ عظیم صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

بسم اللہ کے فضائل و فوائد

تمثیلہ یاسمین سیالوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہر درد کی دوا ہر مرض کی شفا ہر غم کا علاج، ہر دکھ کا مداوا، ہر زہر کا تریاق ہر مشکل کی کنجی ہر آفت سے امان ہر مصیبت سے نجات آسمان کی زینت، زمین کی رحمت، دل کا نور اور آنکھوں کی روشنی ہے۔ غریب و نادار پڑھے تو دولت مند بن جاتا ہے بیمار پڑھے تو صحت و تندرستی حاصل کرلیتا ہے غمگین و خوفزدہ اگر اس کی امان میں آئے تو غم و خوف سے آزادی مل جاتی ہے دکھی اور درد مند اس کا سہارا لے تو دکھ اور درد کے چنگل سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اس کی تلاوت آنکھ کو نور اور دل کو سرور بخشتی ہے۔ روح کو تازگی اور جسم کو توانائی عطا کرتی ہے۔ قدرت نے بسم اللہ کو ایسی شان عطا کی ہے جس کی مثال نہیں ملتی اس میں اتنے فوائد رکھے اور ایسے فضائل عطا کئے ہیں جن کو شمار کرنا ناممکن ہے دنیا و آخرت اور زمین و آسمان پر محیط ان فضائل و عطیات میں سے حسب استطاعت بیان کیا جاتا ہے۔

رب کی معیت کا ذریعہ

بسم اللہ شریف پڑھنے والا شخص خدا تعالیٰ کے لطف و کرم سے کبھی محروم نہیں رہتا اور اس کی عنایت خاص سے بہرہ ور ہوتا ہے وجہ یہ ہے کہ جو اس کا نام لیتے رہتے ہیں اور اس کی جدائی گوارا نہیں کرتے خدا تعالیٰ کے لطف و کرم سے کبھی محروم نہیں رہتے اور اس سے دوری جن کو راس نہیں آتی خدا تعالیٰ بھی ان کی جدائی کو پسند نہیں کرتا ہے اور انہیں اپنی رحمت خاص سے نوازتا ہے اس کی ایک حسین مثال، حضرت ابوبکر صدیقؓ کا جذبہ محبت ہے جس کا اظہار ایک مرتبہ انہوں نے بڑے والہانہ انداز میں کیا اور بارگاہ خداوندی سے انہیں بڑا عجیب انعام اور صلہ ملا یوں کہ ایک دفعہ والی کون و مکان آقاؐ نے حضرت ابوبکر کو ایک انگوٹھی دی اور فرمایا اس پر اسم پاک اللہ کندہ کرالاؤ۔ حضرت ابوبکرؓ سنار کے پاس گئے اور کہا اس انگوٹھی پر اسم پاک اللہ اور محمد ﷺ کندہ کردو پھر وہ انگوٹھی لے کر بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے تو محبوب کائناتؐ نے دیکھا انگوٹھی پر لکھا تھا اللہ، محمد ﷺ، ابوبکر، پوچھا ابوبکر یہ کیا؟ عرض کی یارسول اللہ! آپ

نے حکم دیا تھا مگر دل نے گوارہ نہ کیا کہ ذات خدا سے ذات مصطفی ﷺ جدا ہو اس لئے دونوں نام اکٹھے لکھوا کر لایا مگر میں نے اپنا نام نہیں لکھوایا پتہ نہیں یہ کیسے ہوگیا۔ اسی وقت جبرائیل امین حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ، اللہ رب العزت نے فرمایا ہے کہ ابوبکرؓ نے ہمارے نام سے آپ کا نام جدا کرنا گوارا نہ کیا اور ہم نے آپ کے نام سے اس کا نام جدا کرنا گوارہ نہ کیا۔ دو نام سنار نے لکھے اور ایک نام قلم قدرت نے لکھا۔ یہی حال انشاء اللہ تعالیٰ بسم اللہ شریف پڑھنے والوں کا ہوگا وہ کسی مرحلے پر بھی رحمت خداوندی اور عنایت ربانی سے جدا نہیں رہیں گے (تفسیر کبیر ۸۶)

تمام مضامین علوم و اسرار اور بنیادی معلومات قرآن پاک میں آگئی ہیں اور قرآن پاک کے تمام علوم سورۃ فاتحہ میں سمودیئے گئے اور سورۃ فاتحہ اپنے معنوی انداز اور اسرار سمیت بسم اللہ میں سمودی گئی۔ (منہاج البخاری جلد اول)

انیس حروف کا پر کیف احاطہ

بسم اللہ شریف کے کل انیس حروف ہیں اور قرآن پاک کا کوئی کلمہ ایسا نہیں جس میں ان حروف میں سے کوئی حروف موجود نہ ہو قرآن کریم کی کسی آیت کو دیکھ لیجئے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوا۔

علیھا تسعہ عشر یعنی دوزخ پر انیس فرشتے مقرر ہیں جنہیں زبانیہ کہتے ہیں بسم اللہ شریف کے انیس حروف کا روحانی اثر اور اعجاز یہ ہے کہ جب بندہ بسم اللہ شریف پڑھتا ہے تو انیس حروف کا حصار روحانی اور معنوی برکات کے ذریعے اس بندے کو اپنی حفاظت میں لے لیتا ہے اور انیس حروف کا احاطہ لمحہ بہ لمحہ لحظہ بہ لحظہ اس کی حفاظت کرتا ہے اور یہ ایک ایسا غیر مرئی احاطہ ہوتا ہے کہ قیامت کے روز اس کی برکت سے بندہ دوزخ سے بالکل محفوظ رہے گا اور زبانیہ اسے کچھ نہیں کہہ سکیں گے۔

انیس حروف اور نماز پنجگانہ کا اجتماعی اثر

نماز پنجگانہ اور انیس حروف مل کر چوبیس بن جاتے ہیں اور انسان نے چوبیس گھنٹے میں جو گناہ کئے ہوتے ہیں وہ ان کی برکت سے از خود معاف ہوجاتے ہیں اور انسان کو پتہ بھی نہیں چلتا اس لئے اس اثر کو اپنے اوپر قائم رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

بسم اللہ کے چار کلمات

گناہوں کی چار قسمیں ہیں۔ انسان دن کو گناہ کرتا ہے، رات کو گناہ کرتا ہے، اعلانیہ گناہ کرتا ہے یا چھپ کر گناہ کرتا ہے۔ بسم اللہ شریف میں چار کلمات ہیں ان کی برکت سے چار اقسام کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں غرض بسم اللہ، گناہوں، خطاؤں، لغزشوں اور نافرمانیوں کی معرفت کا ایک بہتا ہوا دھارا ہے جس کی رو میں گناہگار آجائے تو وہ اسطرح دھل جاتا ہے گویا وہ ناپاک تھا اور اس کے روحانی اثرات کا آب حیات نہ صرف اس کی روح کو تازگی اور زندگی بخشتا ہے

بلکہ اس کے بعد خاکی کے رنگ رنگ میں خوشبو بھی بھر دیتا ہے۔ (غنیۃ الطالبین، حضور غوث الاعظم۔ مجالس ستہ)

مکمل طہارت کا ذریعہ

من توضا ولم یذکر اسم الله کان طهور لتلک الاعضاء ومن توضا وذکر اسم الله تعالیٰ کان طهورا لجمیع بدنه. (تفسیر کبیر ۸۸)

جس نے بسم اللہ شریف کے بغیر وضو کیا اس کے صرف وہی اعضاء پاک ہوں گے جو اس نے دھوئے اور جس نے بسم اللہ پڑھ کر وضو کیا اسکا تمام بدن پاک ہوجائے گا۔

کھانے میں شیطانی تصرف سے بچاؤ کا ذریعہ

آج کل کے اس مادی اور پرفتن دور میں مذہب سے دوری کی بناء پر مسبب الاسباب کی طرف رجوع کرنے کی بجائے اسباب پر تکیہ کئے بیٹھے ہیں جس کی بنا پر ہم ہر وقت کمیابی اور کمی کا شکار رہتے ہیں مثلاً ہم کھانا کھاتے ہیں اور شکایت رہتی ہے کہ لذت بھرا نہ تھا اور کبھی کہتے ہیں پکایا تو بڑھ کے تھا مگر پورا نہ ہوا۔ ماورائی طور پر اس کی ایک وجہ بسم اللہ شریف پڑھنے سے صرف نظر کرنا ہوتا ہے کہ اس کے فوائد حدود و قیود کی حدوں سے بالا ہیں مگر ہم بھلا بیٹھتے ہیں یا بھول جاتے ہیں۔ حضرت ابن سلمہؓ سے مروی ارشاد ہے حضورؐ نے ہمیں حکم دیا "بسم الله وکل بیمینک" دائیں ہاتھ سے اور بسم اللہ شریف پڑھ کر کھاؤ۔ ایک اور حدیث میں فرمایا۔

کان رجل یاکل فلم یسم حتی لم یبق من طعامه الا لقمه فلما رفعها الی فیه قال بسم الله اوله واخره.

ایک آدمی بسم اللہ پڑھے بغیر کھانا کھا رہا تھا جب اس کا ایک لقمہ رہ گیا تو اس نے پڑھا بسم اللہ اولہ واخرہ حضورؐ یہ سن کر مسکرائے اور پھر فرمایا۔

مازال الشیطان یاکل معه فلما ذکر اسم الله استقاء ما فی بطنه. (مشکوۃ ۳۶۵، بخاری شریف باب الطعام)

شیطان اس کے ساتھ کھاتا رہا جب اس نے بسم اللہ پڑھی تو قے کردی اور جو کچھ (شیطان کے) پیٹ میں تھا سب نکال دیا۔

ہر زہر کا تریاق

ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بیمار ہوگئے لاڈلے پیغمبر نے بارگاہ خداوندی میں اپنی کیفیت بیان کی ارشاد ہوا۔ فلاں بوٹی کھالو آرام آجائے گا حضرت موسیٰ علیہ السلام جنگل میں گئے اور وہ بوٹی توڑ کر کھائی اور آرام آ گیا کچھ عرصہ بعد پھر وہی بیماری لاحق ہوئی آپ سیدھے جنگل گئے اور وہی بوٹی توڑ کر کھالی مگر افاقہ کی بجائے مرض شدت اختیار کرگئی۔ آپ نے بارگاہ ایزدی میں عرض کی مولا پہلی مرتبہ اس سے شفاء حاصل ہوگئی مگر اب کی بار مرض اور بڑھ گیا ہے کیا وجہ ہے بارگاہ ربوبیت سے جواب آیا۔

لانک فی المره الاولی ذهبت منی

الا لکلا فحصل فیہ الشفاء فی المرہ الثانیہ ذھبت منک الی اکلا فاز داد المرض اما علمک ان الدنیا کلھا بسم قاتل وتریاقھا اسمی. (تفسیر رازی ۸۶)

پہلی مرتبہ تم ہماری طرف سے بوٹی کی طرف گئے تھے اور اس لئے شفاء حاصل ہوگئی دوسری مرتبہ تم خود ہی اس طرف چلے گئے اس لئے بیماری شدید ہوگئی۔ کیا تم نہیں جانتے ساری دنیا زہر قاتل ہے اور اس کا تریاق صرف ہمارا نام (یعنی اسم اللہ) معلوم ہوا بسم اللہ شریف پڑھنے سے مہلک زہر بھی تریاق بن جاتا ہے۔ الغرض بسم اللہ شریف جو عوارف ومعارف کا منبع اور روحانیات کا خزانہ ہے مگر افسوس کہ آج ہم اپنے بچوں کو اور اقرباء اور وابستگان کو اس بات کا درد دینے کی بجائے خود بھول جاتے ہیں اور دھیمے لہجے میں شرم کی بجائے بڑی ڈھٹائی سے کہتے ہیں اوہ میں تو بسم اللہ شریف پڑھنا بھول گئی اس کو حضرت حکیم الامتؒ یوں بیان فرماتے ہیں۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہوکر
اور ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہوکر

اللہ رب العزت ہمیں قرآن کا عرفان نصیب فرمائے۔آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

جن ماخذ سے استفادہ کیا گیا وہ یہ ہیں:

۱۔عرفان القرآن ترجمہ از شیخ الاسلام، ۲۔ضیاء القرآن از حضرت ضیاء الامت، ۳۔ بخاری شریف باب الطعام از امام بخاری، ۴۔تفسیر کبیر از حضرت امام فخرالدین رازی، ۵۔غنیۃ الطالبین از حضور غوث الاعظم، ۶۔منہاج البخاری جلد اول از شیخ الحدیث علامہ معراج الاسلام۔

اناللہ وانا الیہ راجعون

فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے ریسرچ سکالر محترم حافظ ظہیر احمد اسنادی صاحب کے بڑے بھائی گذشتہ دنوں انتقال کر گئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی بخشش ومغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری اور جملہ قائدین تحریک موصوف کے غم میں برابر شریک ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

☆ جمعیت علماء پاکستان (نورانی گروپ) کے سیکرٹری جنرل کے ایم اظہر صاحب گذشتہ دنوں دار فانی سے دار البقا کی طرف کوچ کر گئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اوران کی مذہبی خدمات کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

سائنس مذہب کی معاون یا مخالف

شائستہ تسنیم چودھری

آج ہمیں ایسی بہت سی باتیں سننے کو ملتی ہیں کہ سائنس مذہب کی مخالف ہے سائنسی علوم مذہب سے جدا ہیں اور جب بڑے فاضل اور فہم و فراست رکھنے والے لوگوں کے منہ سے سنتے ہیں تو دکھ ہوتا ہے کہ اس سے ہم مذہب کی خدمت تو نہیں البتہ اپنے معاشرے کو ضرور نقصان پہنچا رہے ہیں اور آج بہت سارے لوگوں نے ایسی صورتِ حال پیدا کر دی ہے کہ دو علم آپس میں ٹکرانے لگے ایک علم معقولہ جو عقل و شعور، تجربے و مشاہدے کے وسیلے سے حقیقت تک پہنچانے والا علم یعنی سائنس ہے اور دوسرا علم منقولہ ہے جو عقائد کی وضاحت، یقین کی پختگی اور عقائد پر عمل کے ذریعے حقیقت تک پہنچانے والا علم یعنی مذہب ہے۔ حیرت ہے لوگوں نے الفاظ کے گورکھ دھندے سے کس خوبصورتی سے مذہب کو صرف عقائد تک محدود کر کے عقل و شعور سے اور فکر و فلسفے سے جدا کرنے کی کوشش کی مگر ان کی یہ کوشش سعی لاحاصل ہے کیونکہ سچائی چھپ نہیں سکتی۔ سائنس عقائد کی بھی وضاحت کرتی ہے اور عقائد پر یقین کو بھی پختہ کرتی ہے اور یہی نہیں بلکہ عقائد پر عمل میں بھی معاونت کرتی ہے۔ دیکھتے ہیں سائنس کس طرح سے مذہب کی معاون ہے، مخالف نہیں۔ 1400 سو سال پہلے زمانہ جاہلیت میں جب عرب کے چھوٹے سے شہر کے اس چھوٹے سے گھر میں ہادی انسانیت محمدؐ پر کلام نازل ہوا اس میں کہا کہ کائنات لفظ کن سے بنی تو بہت سارے نوع انس نے اس کی نفی کی مگر آج سائنس نے Big Bang کے نظریے سے اس الہام کی گواہی دی اور ساتھ ہی یہ کہا گیا کہ سورج، چاند، زمین گردش میں ہیں اولاد آدم نے تمسخر اڑایا مگر سائنس نے الہام کی اس حقیقت کو بھی تسلیم کیا۔ 1400 سال پہلے کلام الٰہی میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

خلق الانسان من صلصال کا لفخار (الرحمٰن:۱۴)

''اس نے انسان کو ٹھیکری کی طرح بجتے ہوئے خشک گارے سے بنایا''

تو شعور نسل انسانی نے اس بات کو ماننے

سے انکار کیا اور آج بھی بہت سے لوگ اس حقیقت سے ناواقف ہیں سائنس نے ثابت کیا کہ جن تالابوں میں جرثوموں نے جنم لیا وہاں کھنکتی ہوئی مٹی موجود تھی جب یہ اعلان ہوا کہ صور اسرافیل کے بعد کائنات تہہ و بالا ہوجائے گی تو مخلوق نے یقین نہ کیا مگر آج سائنس اعلان کرتی ہے کہ لفظ کن یا Big Bang سے اس لمحے تک کی تمام آوازیں محفوظ و موجود ہیں اور جس روز ان آوازوں کی مجتمع شکل گونج کی صورت میں لوٹے گی تو اس کی تحریک سے کائنات تہہ و بالا ہوجائے گی۔ پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑنے لگیں گے اور انسان یوں ہوں گے جیسے بکھرے ہوئے پتنگے۔ قرآن نے ان باتوں کو 1400 سو سال پہلے بیان کر دیا تھا۔ سورۃ القارعہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یوم یکون الناس کالفراش المبثوث و تکون الجبال کالعھن المنفوش (القارعۃ:۴،۵)

(اس سے مراد) وہ یوم قیامت ہے جس دن (سارے) لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ہو جائیں گے اور پہاڑ رنگ برنگ دھنکی ہوئی اُون کی طرح ہو جائیں گے‘‘

پھر سائنس اور مذہب کیسے الگ ہیں اور سائنس مذہب کی کس طرح سے مخالف ہے۔ اگر دیکھا جائے تو سائنس نہ صرف مذہبی عقائد کو واضح کر کے (مخلوق) بنی نوع انسان کو مذہب کی طرف راغب کرتی ہے بلکہ اس یقین کو مزید پختہ کرتی ہے اور وہ لوگ جو اس وقت 21 ویں صدی میں بھی مذہب کو سائنس سے الگ یا سائنس کو مذہب سے جدا سمجھتے ہیں تو پھر اس کو ہم کم علمی ہی کہیں گے کیونکہ جو کچھ مذہب نے کہا سائنس نے آج ان تمام کو ثابت کر دیا ہے۔

مذہب نے کہا کہ بچے کی پیدائش 6 ادوار میں مکمل ہوتی ہے علم الیقین تھا سائنس نے جب دکھایا تو عین الیقین ہوا۔ اسلام نے کہا پہاڑوں نے زمین کو سنبھال رکھا ہے ہے، علم الیقین تھا سائنس نے پہاڑوں کو Fectonic Plates یعنی لاوے سے لیکر ہمارے قدموں تک کی زمین کو جوڑنے والا کہا عین الیقین ہوا۔ اسلام نے محرمات کا ذکر کیا اور کچھ رشتوں کو حرام قرار دیا یہ بھی علم الیقین تک تھا اور غیر مسلم اس بات کو نہیں مانتے تھے لیکن سائنس نے جنسیات کی رو سے ان رشتوں کے طے پانے سے پامالئی انسانیت کے علاوہ ضعف و بیماری اور قوت مدافعت کے سبب اختتام نسل انسانی کا موجب بتایا اور دکھایا جب سائنس معلم ہو مضمون مذہب ہو اور ابن آدم متعلم ہو تو پھر وہ معلم علم الیقین سے عین الیقین اور پھر عین الیقین اور علم الیقین کے ملاپ سے اس ابن آدم کو حق الیقین کے درجے تک پہنچا کر مکمل انسان بنا کر وقت کے مورخ کو یہ کہنے پر مجبور کرتی ہے کہ

سائنس مذہب کی معاون ہے مخالف نہیں۔

مذہب انسانیت کی بھلائی کا درس دیتا ہے سائنس نے طب، زراعت، صنعت و حرفت سے انسان کو ایک خوشحال و پرسکون زندگی کی نوید سنادی۔ مذہب امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی بات کرتا ہے

جہاد کا درس دیتا ہے اور سائنس نے گھوڑے کو ہر دم تیار رکھنے کے لئے ہر سامان مہیا کیا۔ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ حیوانی جبلت کی اتباع مذہب ہے اور نہ ہی سائنس کا صرف تخریبی استعمال سائنس ہے۔ سائنس کو مذہب کا کیسے مخالف مانا جا سکتا ہے کیونکہ سائنس بھی غوروفکر اور تجربہ کی بات کرتی ہے اور مذہب بھی تفکرون کا فلسفہ سناتا ہے۔ وہ لوگ جو صومالیہ اور ایتھوپیا افریقہ کے بیشتر قحط زدہ علاقوں تک رزق پہنچانا ہے تو پھر بھی سائنس سے معاونت لینی ہوگی، آج ترقی یافتہ متعصب قوموں کی آنکھوں میں آنکھیں ملانی ہیں تو صرف وعظ کرنے سے اور سائنس کو برا کہنے سے کام نہیں چلے گا بلکہ صنعت و حرفت میں بھی سائنس کی معاونت لینی ہوگی اور اگر دجلہ و فرات، فلسطین وکشمیر، بوسنیا و چیچنیا کے دریاؤں میں بہتے لہو کا حساب لینا ہے تو پھر جدید اسلحے کی تیاری کے لئے سائنس کی معاونت لینی ہوگی۔ بغیر عمل کے آنسو بہانا مذہب کی طلب نہیں کیونکہ

مرہم اشک نہیں زخم طلب کا چارہ
خون بھی روئے تو کسی خاک کو سج دھج ہوگی
کانپتے ہاتھوں سے ٹوٹی ہوئی بنیادوں پر
جو بھی دیوار اٹھاؤ گے وہی کج ہوگی
کوئی پتھر ہو کہ لقمہ، کوئی پیکر ہو کہ رنگ
جو بھی تصویر بناؤ گے اپاہج ہوگی

بقیہ شہر اعتکاف کے حسین لمحات

سیدہ عاتکہ (ہری پور)

یہ اعتکاف درحقیقت تلاشِ حق کی جستجو کا نام ہے جس میں چند روز کے لئے دنیا کی الجھنوں سے بے نیاز ہو کر اپنے خالق و مالک سے تعلق بندگی استوار کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ یہاں یادِ الٰہی میں آنسو بہائے جاتے ہیں اپنے رب سے مغفرت طلب کی جارہی ہے۔ شیخ الاسلام جس خوبصورت انداز میں اپنے رب سے معافی طلب کرنا سکھاتے ہیں اور رات کی تاریکیوں میں ان کی آواز خاموش فضاؤں کا سینہ چاک کرتے ہوئے جس طرح بلند ہوتی تھی قابلِ تحسین ہے۔

اعتکاف کا آخری دن

ماہِ رمضان المبارک رخصت ہو رہا تھا جوں جوں سورج کی شعاعیں ٹھنڈی ہو رہی تھیں شرکائے اعتکاف اس بستی سے رخصت ہونے کے لئے اپنا رختِ سفر باندھ رہے تھے، آنکھیں برس رہی تھیں، فرقت کی یہ گھڑیاں معتکفات کے لئے انتہائی کھٹن تھیں۔ اگلے برس اسی پر کیف بستی میں لوٹ آنے کے لئے قافلے اپنی منزلوں کی جانب رواں دواں تھے۔

یوم رخصت جانے والے مہمانِ عزیز کے لئے
ہر ایک کی وہی کیفیات کچھ اس طرح تھیں
کچھ اس ادا سے گیا وہ اداس کرکے ہمیں
کہ سال بھر نہیں جائے گی دل سے یاد اس کی

(ضیاء نیر)

آیئے قرآن سیکھیں

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا پاک کلام ہے اور ہماری زندگیوں کی پاکیزگی بھی اسی سے وابستہ ہے۔ اس کے احکامات پر نہ صرف عمل پیرا ہو کر ہم اپنی دنیا بلکہ آخرت کو بھی سنوار سکتے ہیں۔ اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب ہم کلامِ الٰہیہ کو سمجھ کر پڑھیں اور اس میں غوطہ زن ہو کر علم و حکمت اور ہدایت کے لعل و جواہر سے اپنے دامن کو مالا مال کریں۔ ''عرفان القرآن کورس'' بھی دراصل اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ محترم علامہ حافظ محمد سعید رضا بغدادی نے اس کورس کا اہتمام کیا ہے۔ جو اپنی مثال آپ ہے۔ اس کورس کو ابتداءً کویت میں اور بعد ازاں مرکزی سیکریٹریٹ تحریک منہاج القرآن کے پلیٹ فارم پر کلاسز کی شکل میں پڑھایا جا چکا ہے، جس کی شاندار اور بے مثال کامیابی کے بعد عوام الناس کے پرزور اصرار پر ماہنامہ دخترانِ اسلام اس کورس کو قسط وار شائع کرنے کا اعزاز حاصل کر رہا ہے۔

خصوصیات کورس:

۱۔ مکمل قرأت و تجوید

۲۔ اصول حدیث و اصول تفسیر کے بنیادی قواعد و ضوابط

۳۔ لفظی ترجمہ قرآن کا جدید ترین اور آسان طریقہ

۴۔ عربی گرائمر

۵۔ قرآنی و نبوی ﷺ دعائیں (روزمرہ کے معاملات پر مشتمل)

عرفان القرآن کورس

درس نمبر ۱ تعوذ، تسمیہ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تجوید:

☆ لغوی تعریف:

یہ جَوَّدَ، یُجَوِّدُ سے باب تفعیل کا مصدر ہے اس کے معنی خوبصورت کرنے کے ہیں۔

☆ اصطلاحی تعریف:

۱۔ یہ وہ علم ہے جس میں حروف قرآن کو صحت و خوبصورتی کے ساتھ پڑھنے کے قواعد بیان کیے گئے ہیں (ہر حرف کو اس کے مخرج اور صفات لازمہ و عارضہ کے ساتھ ادا کرنا)

۲۔ علم التجوید کا موضوع کیا ہے؟

تجوید کا موضوع حروف تہجی ہیں۔

۳۔ تجوید کے بارے حکم قرآنی بیان کریں؟

تجوید کے بارے حکم قرآنی ''وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيْلًا''

(اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو)

۴۔ تجوید کا مرکز ومحور کیا ہے؟

علم تجوید کا مرکز ومحور

۱۔ نون ساکن (نْ)

۲۔ نون تنوین (ـً، ـٍ، ـٌ)

۳۔ میم ساکن ہے (مْ)

تعوذ کا لفظی ترجمہ

أَعُوْذُ	بِاللّٰهِ	مِنَ
میں پناہ مانگتا ہوں	ساتھ اللہ کے	سے
الشَّيْطَان	الرَّجِيْم	
شیطان کی	مردود سے	

بامحاورہ ترجمہ

''میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں''

تفسیر تعوذ

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فاذا قرأت القرآن فاستعذ بالله من الشيطان الرجيم. (النحل:۹۸)

سو جب آپ قرآن پڑھنے لگیں تو شیطان مردود (کی وسوسہ اندازیوں) سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں۔

حدیث رسول ﷺ

مسند ابو یعلیٰ میں ہے کہ حضورؐ کے سامنے دو شخص جھگڑنے لگے غصہ کے مارے ایک کے نتھنے پھول گئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ (أعوذ بالله من الشيطان الرجيم) پڑھ لے تو اس کا غصہ جاتا رہے گا۔

کب پڑھی جائے؟

امام نخعیؒ، امام داؤدؒ اور قراء کی ایک جماعت تو کہتی ہے کہ تلاوت کے بعد پڑھی جائے تا کہ قرآن کے طرز بیان پر بھی عمل ہوجائے اور عبادت کے بعد کے غرور کا توڑ بھی، نیز جمہور علماء کے نزدیک اسکا وقت ابتدائے قرات ہے۔

تعوذ پڑھنا واجب ہے یا مستحب؟

۱۔ جمہور علماء کے نزدیک مستحب ہے واجب نہیں کہ نہ پڑھنے سے گناہ ہو۔

۲۔ مگر عطاء بن ابو رباحؒ کا قول ہے کہ جب بھی قرآن پڑھا جائے گا تو تعوذ واجب ہے۔ ان کے دلائل یہ ہیں۔

۱۔ (فاستعذ) امر کا صیغہ ہے اور امر وجوب کے لئے ہوتا ہے۔

۲۔ حضور ﷺ کا اس پر مواظبت (ہمیشگی) فرمانا۔

۳۔ چونکہ شیطان کے شر سے بچنا واجب ہے تو جس سے واجب پورا ہوتا ہو وہ بھی واجب ہوجاتی ہے۔

تعوذ کے الفاظ

۱۔ أعوذ باالله من الشيطان الرجيم امام اعظم ابوحنیفہؒ وامام شافعیؒ کے نزدیک۔

(۲) أعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم امام احمد کے نزدیک۔

تسمیہ کا لفظی ترجمہ

بِسْمِ	اللّٰهِ	الرَّحْمٰنِ
ساتھ نام	اللہ کے	جو بڑا مہربان
الرَّحِيْمِ		
نہایت رحم والا ہے		

بامحاورہ ترجمہ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے

تفسیر تسمیہ

شان نزول۔ ایک موحد کے ہر کام کی ابتداء تسمیہ سے ہونی چاہیے۔ مشرکین عرب اپنے اختراعی معبودوں کے نام سے "باسم الات والعزی" کہہ کر ابتدا کیا کرتے تھے۔ اس وجہ سے سورۃ النمل میں آیت کا نزول ہوا۔

احکام بسم اللہ

۱۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک اور ان کے ساتھیوں کے نزدیک نہ تو بسم اللہ سورۃ فاتحہ کا جزو ہے نہ کسی سورۃ کی آیت۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت ابوہریرہ، حضرت سیدنا علی رضوان اللہ علیھم اجمعین کا مذہب ہے کہ بسم اللہ ہر سورۃ کی ایک مستقل آیت ہے سوائے سورۃ براءت کے۔

۳۔ امام شافعی، حضرت عبداللہ بن مبارک اور قراء مکہ وکوفہ بسم اللہ کو سورۃ فاتحہ کا جزو سمجھتے ہیں اور اسی لئے نماز میں اونچی آواز سے پڑھتے ہیں۔

۴۔ طبرانی، ابن خزیمہ، ابوداؤد کی روایت سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نماز میں آہستہ آواز سے بسم اللہ پڑھتے تھے، اگر یہ سورۃ فاتحہ کا حصہ ہوتی تو اسے بھی اونچی آواز میں پڑھتے۔ پتہ چلا کہ یہ سورۃ النمل کی آیت ہی کا حصہ ہے اور کسی کا نہیں۔

وإنه باسم اللّٰه الرحمن الرحیم.

دوسورتیں ہوں تو ان کے درمیان بسم اللہ پڑھنے کے احکام

چار طریقے ہیں۔

۱۔ وصل کل ۲۔ فصل کل

۳۔ فصل اول وصل ثانی ۴۔ وصل اول فصل ثانی

آخری طریقہ وصل اول جائز نہیں ہے۔

فضیلت بسم اللہ

۱۔ تفسیر ابن حاتم میں ہے کہ حضرت عثمان بن عثمان نے حضور ﷺ سے بسم اللہ کے متعلق سوال کیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اللہ کا نام ہے اللہ کے بڑے ناموں اور اس میں اس قدر نزدیکی ہے جیسے آنکھ کی سیاہی اور سفیدی میں۔

تبصرہ

عرفان القرآن



محمد فاروق رانا

بحمد اللہ تعالیٰ اس شمارے میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی منظر عام پر آنے والی کتب کا تعارف نذرِ قارئین کرنے کا سلسلہ شروع کر رہے ہیں۔ قارئین اس کے بارے میں اپنی آراء و تجاویز سے ضرور آگاہ کریں۔

قرآن حکیم اللہ ﷻ کی عظیم نعمت ہے جو اُس نے ہمیں اپنے حبیب مکرم ﷺ کے طفیل ہمیں عطا فرمائی۔ پچھلی صدیوں میں اُردو زبان میں قرآن حکیم کا کوئی ایسا ترجمہ نہیں کیا گیا جو سلیس، جامع اور مفصل ہونے کے ساتھ ساتھ زندگی کے جدید تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے عصر حاضر کی ارتقائی علمی سطحوں کے ساتھ بھی ہم آہنگ ہو۔ ان پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے ’’عرفان القرآن‘‘ کے نام سے قرآن حکیم کا ایسا ترجمہ پیش کیا ہے جو اردو بولنے والی دنیا میں ہر خاص و عام اور مکاتب فکر میں یکساں مقبول ہے۔ یہ نہ صرف ہر ذہنی سطح کیلئے یکساں طور پر قابل فہم ہے بلکہ موجودہ دور کی سائنسی تحقیق، قرآنی جغرافیہ اور قرآن پاک میں مذکور مختلف اقوام کے تاریخی پس منظر کو بھی اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ سلیس، رواں، بامحاورہ یہ ترجمہ قارئین کی خدمت میں روحانی حلاوت، ادبِ الوہیت اور ادب و تعظیم رسول ﷺ کے تحفہ ہائے گراں قدر بھی پیش کرتا ہے۔ عرفان القرآن کی گوناگوں خوبیوں کی چند مثالیں کچھ یوں ہیں:

ا۔ ادبِ اُلوہیت اور ادبِ بارگاہِ نبوی ﷺ

قرآن حکیم کی تلاوت کا پہلا مقصد اللہ تعالیٰ اور حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ادب اور محبت پر مبنی تعلق کا قیام اور استحکام ہے۔ ’’عرفان القرآن‘‘ میں اس پہلو کو نمایاں اہمیت دی گئی ہے۔ قاری اسے پڑھتے ہوئے ادب و محبت کی ایسی کیفیات سے سرشار ہو جاتا ہے کہ بارگاہِ اُلوہیت اور بارگاہِ نبوی ﷺ کا ادب اس کے رگ و پے میں اثر پذیر ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر درج ذیل آیت مبارکہ کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ

اَحَدًاo (الکہف، ۱۸: ۱۱۰)

''فرما دیجئے: میں تو صرف (بخلقتِ ظاہری) بشر ہونے میں تمہاری مثل ہوں (اس کے سوا اور تمہاری مجھ سے کیا مناسبت ہے، ذرا غور کرو) میری طرف وحی کی جاتی ہے (بھلا تم میں یہ نوری استعداد کہاں ہے کہ تم پر کلام الٰہی اتر سکے)، وہ یہ کہ تمہارا معبود، معبود یکتا ہی ہے، پس جو شخص اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہے تو اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرےo''

۲۔ تفسیری تقاضوں اور ہر ذہنی سطح کے ساتھ ہم آہنگی

''عرفان القرآن'' میں آیات کا ترجمہ کرتے ہوئے ان کے تفسیری پہلو کو بطورِ خاص پیش نظر رکھا گیا ہے۔ ''عرفان القرآن'' ایسی تفسیری شان کا حامل ہے کہ آیات کے مفاہیم کو ہر ذہنی سطح کے قاری کے لئے یکساں طور پر آسان بنادیا گیا ہے۔ مثلاً

اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰىo (طٰہٰ، ۲۰: ۵)

''(وہ) نہایت رحمت والا (ہے) جو عرش (یعنی جملہ نظام ہائے کائنات کے اِقتدار) پر متمکن ہوگیاo''

۳۔ سلاست، روانی اور بامحاورہ زبان

''عرفان القرآن'' ادبی خصوصیات کے حوالے سے بھی نمایاں اور امتیازی مقام کا حامل ہے۔ اپنے اندازِ بیان کی سلاست، روانی اور زبان کے بامحاورہ ہونے کے سبب سے مشکل ترین مفاہیم کو بھی قاری کے لیے قابل فہم بنادیتا ہے۔

اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًاo قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰىo (طٰہٰ، ۲۰: ۳۵، ۳۶)

''بے شک تو ہمیں (سب حالات کے تناظر میں) خوب دیکھنے والا ہےo (اللہ نے) ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! تمہاری ہر مانگ تمہیں عطا کردیo''

۴۔ سائنسی تحقیق اور نظری جدت

دورِ جدید کی سائنسی تحقیقات اور علمی ترقی نے یہ رجحان پیدا کردیا ہے کہ آج کا ذہن ہر بات کو سائنسی اور علمی بنیاد پر پرکھنا چاہتا ہے۔ ''عرفان القرآن'' میں دورِ جدید کے اس تقاضے کا پورا خیال رکھا گیا ہے۔ آیات کا ترجمہ کرتے ہوئے جدید سائنسی تحقیقات کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍo (الحج، ۲۲: ۵)

''اے لوگو! اگر تمہیں (مرنے کے بعد) جی اٹھنے میں شک ہے تو (اپنی تخلیق و ارتقاء پر غور کرو) کہ ہم نے تمہاری تخلیق (کی کیمیائی ابتداء) مٹی سے کی،

پھر (حیاتیاتی ابتداء) نطفہ (ایک تولیدی قطرہ) سے پھر (رحم مادر کے اندر جونک کی صورت میں) معلق وجود سے پھر ایک (ایسے) لوتھڑے سے جو دانتوں سے چبایا ہوا لگتا ہے جس میں بعض اعضاء کی ابتدائی تخلیق نمایاں ہو چکی ہے اور بعض (اعضاء) کی تخلیق ابھی عمل میں نہیں آئی تاکہ ہم تمہارے لئے (اپنی قدرت اور اپنے کلام کی حقانیت) ظاہر کر دیں اور ہم جسے چاہتے ہیں رحموں میں مقررہ مدت تک ٹھہرائے رکھتے ہیں پھر ہم تمہیں بچہ بنا کر نکالتے ہیں پھر (تمہاری پرورش کرتے ہیں) تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچ جاؤ اور تم میں سے وہ بھی ہیں جو (جلد) وفات پا جاتے ہیں اور کچھ وہ ہیں جو نہایت ناکارہ عمر تک لوٹائے جاتے ہیں تاکہ وہ (شخص یہ منظر بھی دیکھ لے کہ) سب کچھ جان لینے کے بعد (اب پھر) کچھ (بھی) نہیں جانتا اور تو زمین کو بالکل خشک (مردہ) دیکھتا ہے پھر جب ہم اس پر پانی برسا دیتے ہیں تو اس میں تازگی و شادابی کی جنبش آ جاتی ہے اور وہ پھولنے بڑھنے لگتی ہے اور خوشنما نباتات میں سے ہر نوع کے جوڑے اگاتی ہےo''

۵۔ روحانی حلاوت کا مظہر

''عرفان القرآن'' میں آیات کا ترجمہ کرتے ہوئے اس امر کا بطورِ خاص لحاظ رکھا گیا ہے کہ قاری ان روحانی حلاوتوں اور کیفیات سے بھی مستفید ہو جو آیات میں مذکور انبیاء و صالحین کے تذکار میں موجود ہیں۔

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ o (الانبیاء، ۲۱: ۹۰)

''تو ہم نے ان کی دعا قبول فرما لی اور ہم نے انہیں یحییٰ عطا فرمایا اور ان کی خاطر ان کی زوجہ کو (بھی) درست (قابلِ اولاد) بنا دیا بے شک یہ (سب) نیکی کے کاموں (کی انجام دہی) میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں شوق و رغبت اور خوف و خشیت (کی کیفیتوں) کے ساتھ پکارا کرتے تھے اور ہمارے حضور بڑے عجز و نیاز کے ساتھ گڑگڑاتے تھےo''

۶۔ قرآنی جغرافیہ وسابقہ اقوام کا پس منظر

''عرفان القرآن'' کا یہ امتیازی پہلو ہے کہ جہاں بھی کسی سابقہ قوم کا تذکرہ ہوا ہے تفسیری انداز میں اس قوم کی جغرافیائی و تاریخی تفصیل کو بھی بیان کر دیا گیا ہے۔ جس سے قاری نہ صرف اس آیت کے مفہوم سے آشنا ہوتا ہے بلکہ اس میں مذکورہ قوم کے بارے میں بھی تفاصیل جان لیتا ہے اور اس کے لئے اسے کسی تفسیری حوالے کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔

وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ o (الانبیاء، ۲۱: ۷۱)

''اور ہم ابراہیم اور لوط کو بچا کر (عراق سے) اس سرزمین (شام) کی طرف لے گئے جس میں ہم نے جہان والوں کے لئے برکتیں رکھی ہیںo''

سیدۂ کائنات رضی اللہ عنہا کانفرنس

رپورٹ: کوثر رشید

مورخہ 8 اکتوبر 2006ء بروز اتوار الحمراء ہال لاہور میں منہاج القرآن ویمن لیگ کے پلیٹ فارم سے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے یوم وصال کے موقع پر دوسری سالانہ ''سیدہ رضی اللہ عنہا کائنات کانفرنس'' انعقاد پذیر ہوئی۔ اس عظیم الشان کانفرنس میں ملک کی نامور خواتین کے علاوہ پاکستان بھر سے سینکڑوں خواتین و طالبات نے بھی شرکت کی۔

کانفرنس کا آغاز صبح 11:00 بجے PTV کی گولڈ میڈلسٹ قاریہ روبینہ کی تلاوت قرآن حکیم سے ہوا۔ پاکستان کی نامور نعت خواں محترمہ راشدہ افتخار نے اپنی خوبصورت آواز میں نعت رسولِ مقبول ﷺ کی سعادت حاصل کی۔ نقابت کے فرائض محترمہ پروین بھٹہ نے انجام دیئے۔ بقیہ پروگرام میں جن خواتین نے فخر موجودات حضور نبی اکرم ﷺ کی لختِ جگر سیدہ کائنات حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی حیاتِ طیبہ کے مختلف گوشوں پر اظہار خیال کیا وہ حسب ترتیب درج ذیل ہیں:

کلماتِ استقبالیہ...... محترمہ فرح ناز، مرکزی ناظمہ منہاج ویمن لیگ) نے بارگاہ الٰہیہ میں کلمات تشکر ادا کرتے ہوئے کہا میرے لیے یہ امر باعث فخر بھی ہے اور وجہ سکون و قرار بھی کہ آج ماہ رمضان المبارک کی ان سعادت گھڑیوں میں عقیدتوں اور محبتوں کا نذرانہ کشکول لے کر حضور تاجدار کائنات فخر موجودات نبی اکرم ﷺ کی لخت جگر سیدۂ کائنات حضرت فاطمۃ الزاھرہ رضی اللہ عنہا کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل کر رہے ہیں۔ انہوں نے 8 اکتوبر 2005 کو پیش آنے والا سب سے بڑا المیہ زلزلہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا گزشتہ سال ہمیں اس کی خبر اسی کانفرنس میں ملی تھی آج اس واقع کو ایک سال مکمل ہو گیا ہے۔ ہم اس عظیم تاریخی قومی سانحے میں تعاون کرنے والی تنظیمات، NGO's، مسلم اور غیر مسلم حکومتوں اور پاکستانی عوام کی عظمتوں کو سلام پیش کرتے ہیں جنہوں نے عظیم

انسانی جذبات و احساسات کا ثبوت دیا اور متاثرین کی امداد کرتے رہے اور اس کے ساتھ ہی حکومت پاکستان کو اس طرف متوجہ کرتے ہیں کہ اس وقت تقریباً 30 لاکھ لوگ عارضی رہائش گاہوں اور خیموں میں رہائش پذیر ہیں۔ دوسری بار سردی کا موسم ان کے دروازوں پر دستک دے رہا ہے، اطلاعات کے مطابق 80% لوگ کو گھروں کیلئے ملنے والی نقد امداد ابھی تک وصول نہیں ہوسکیں۔ اس کے بعد بنت رسول ﷺ کی حیات طیبہ کے مختلف گوشوں پر نہایت خوبصورت انداز میں اظہار خیال کرتے ہوئے انہوں نے کہا۔

حقیقت یہ ہے کہ آسمان سے اترنے والا ہر تقدس، ہر پاکیزگی، ہر فضیلت اور ہر بلندی بالآخر سیدہ کونین رضی اللہ عنہا کی ذات میں سمٹ آئی ساری دنیا نے مل کر حضور رحمت للعالمین ﷺ کی بارگاہ اقدس سے جو کچھ پایا اس سے کہیں زیادہ تنہا ان کی لخت جگر فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نصیب ہوا۔

پیکر مصطفیٰ ﷺ کے سارے جلوے اور خون رسول ﷺ کی ساری حرمت آپ کے وجود میں سمٹ آئی۔ شخصیت کا پر تو سیرت پاک کا مظہر، نسل مصطفیٰ ﷺ کی بہار جس ایک شخصیت میں جمع ہوگئی وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ اگر بیٹی کے روپ میں دیکھیں تو اخلاق رسول ﷺ کا پیکر اتم لحہ لحہ آغوش رسول ﷺ میں پروان چڑھتیں اور سیرت رسول ﷺ کے سانچے میں ڈھلتی چلی گئیں۔ "اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ" جس گھرانے کا سرمایہ تھا وہاں اگر ابا جان کے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے ہیں تو بیٹی کا چہرہ بھی فاقوں سے زرد ہے، باپ فقر غیور کا پیکر ہے تو بیٹی اس کی وارث، باپ صبر و استقامت کا پہاڑ ہے تو بیٹی اگرچہ باپ کے زخم دھوتے ہوئے رو رہی ہے مگر غور سے دیکھئے اس کا سر فخر سے اونچا ہے، جس کا باپ عبادت گزاری میں رات اس طرح بسر کرتا ہو کہ قدمین مبارک متورم ہوجاتے تو ان کی لخت جگر کی عبادت گزاری کا عالم کیا ہوگا؟ یہ کہنا بجا نہ ہوگا کہ نبیوں کو چھوڑ کر ساری کائنات کی عبادت گزاری ایک طرف اور تنہا میرے رسول ﷺ کی بیٹی کا ذوق عبادت دوسری طرف، ان کا نفس نفس اطاعت، قدم قدم ریاضت، نظر نظر توجہ الی اللہ اور دم دم ذکر الٰہی ہے الغرض ہر سانس عبادت میں بسر ہوتی۔ اولاد کی پرورش، گھر کے کام، دعوت و اصلاح، خدمت دین، لحہ لحہ بندگی رب کی تصویر ان کے کس کس حسن اخلاق کی بات کریں اور حسن کردار کے کون کون سے پیمانے دیکھیں۔

مزرع تسلیم را حاصل بتول رضی اللہ عنہا
مادراں راہ اسوۂ کامل بتول رضی اللہ عنہا

سیدہ طاہرہ رضی اللہ عنہا بیٹی کی حیثیت سے اپنے والدین کیلئے سراپا خلوص و احترام اور آنکھوں

کی ٹھنڈک ہیں۔ بہن کی حیثیت سے ایثار و قربانی، شرم و حیا اور سرمایۂ عزت و وقار ہونے کے ساتھ ساتھ راہ حق پر ثابت قدم رکھنے کیلئے ایک سچا اور پر خلوص جذبہ ہیں۔ ماں کی حیثیت سے پیکر شفقت و رحمت کے ساتھ ساتھ معلّمہ اخلاق، تزکیہ نفس، صبر و تحمل اور جانبازی کا عملی نمونہ ہیں۔ وہ ماں جس کی گود میں شہادت کے نغموں کی لوریاں گونج رہی ہیں۔ جس ماں کی ممتا سے دنیا طلبی کی بجائے حق پرستی کے دروس ملتے ہیں۔ جس کی پرورش سے سرفروش اسلام اور سپہ سالار ملت پروان چڑھے۔ جس کے وجود سے عورت کی عظمت اور رخصت کے چشمے پھوٹ رہے ہوں۔ وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں الغرض جہاں فقر اور زہد و عبادت کی انتہا ہو جاتی ہے وہاں اس ماتا کی تربیت کے پروردہ سادات کی ابتدا ہوتی ہے۔

آج دختران اسلام کیلئے لمحہ فکریہ ہے کہ مغربی تہذیب و ثقافت کا سب سے بڑا ہدف عورت ہے۔ جدید عورت کو بے بسی، مجبوری اور عدم تحفظ کے صحرا میں بے دست و پا چھوڑ دیا گیا ہے۔ آج عورت خود فطری اصولوں سے بغاوت کر کے اتنی رسوا ہو چکی ہے کہ واپسی ناممکن نہ سہی تو مشکل ضرور ہے۔ اے اسلام کی بیٹیو! تمہارے سامنے ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا اسوہ ہے جنہوں نے کفر کے ایام میں بھی شاندار اخلاق کے جوہر دکھائے اور مکہ کی کامیاب ترین تاجر رہیں۔ تمہارے سامنے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زندگی ہے جنہیں عین جوانی کی عمر میں نبی اکرم ﷺ کی جدائی کا غم سہنا پڑا مگر وہ کئی ہزار صحابہ رضی اللہ عنھم کی استاد کہلائیں۔ امت نے ان سے نصف دین پردے کے پیچھے سیکھا۔ تم دختر رسول ﷺ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی حیات مقدسہ کو دیکھ لو انہوں نے تنگ دستی میں زندگی گزار دی اور 27 برس کی عمر میں جوانی میں وفات پائی۔ انہیں عظمت و شرافت اور تکریم و تحسین کا کون سا مقام ہے جو نہیں ملا۔

آج بھی تباہی کے کنارے کھڑی انسانیت کو سیدہ کونین رضی اللہ عنہا کی سیرت فوز و فلاح کا پیغام دے رہی ہے۔ آج بھی وہ شرف انسانیت کا عنوان ہے، اس دور کو بابرکت بنانے اور رشک جنت بنانے کی صدا دے رہی ہیں۔ اٹھو...... اور اپنے پختہ ارادوں کے ساتھ اپنے گھروں میں بسنے والی...... ماؤں...... بہنوں...... بیٹیوں...... سیرت فاطمۃ الزاہرا رضی اللہ عنہا کے چراغ سے اپنے دامن روشن کرلو۔ آج کے اس دور میں جہاں اسلام کی بیٹیاں اپنی عفت اور دین کی حفاظت کیلئے پوری توانائی عزم اور اعتماد کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہیں۔ منہاج القرآن ویمن لیگ اسی عزم اور اعتماد کو فروغ دینا چاہتی ہے، امت مسلمہ کی بیٹیو اٹھو! اور اپنے

کردار کی روشنی میں آگے بڑھتی چلی جاؤ۔

لوٹ جا عہد نبی کی سمت اے اختیارِ جہاں!
پھر میری درماندگی کو ارتقاء درکار ہے

محترمہ نگہت اسرار شاہ (مرکزی ناظمہ امامیہ آرگنائزیشن، پاکستان)

رب کائنات نے سلسلہ رشد و ہدایت جاری فرمایا تو ایک طرف سید الانبیاء اور دوسری طرف حوّا و مریم و آسیہ رضی اللہ عنھن کو پیدا فرمایا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حیاتِ مبارکہ کا کامل احاطہ کرنا محال ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''بے شک میرے پیروکار اہلِ بہشت ہیں۔''

آپ رضی اللہ عنہا نے ایک اور مقام پر فرمایا:

''مجھے تمہاری دنیا میں تین چیزیں پسند ہیں۔''

تلاوتِ قرآن، زیارتِ رسول ﷺ اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔ انسان کو حق و صداقت کے گھرانے کی پیروی کرنی چاہئے۔ ہمیں اپنی زندگیوں کو سیدہ جنت رضی اللہ عنھا کی سیرت طیبہ کی پیروی کرتے ہوئے گزارنا چاہئے۔ بقول شاعر وہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

جس کے بابا کے اشاروں سے قمر چلتا ہے
جس کے بابا کے تصور سے خدا ملتا ہے
جو بھی زہراء کے اصولوں پر چلے گی
باغِ فردوس کے پھولوں میں پھلے گی

مسز بدر احسن اقبال (صدر، پاک انجمن خواتین لاہور)

آج کی تقریب میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حالاتِ زندگی کے واقعات سے سبق حاصل کرتے ہیں۔ جب حضور نبی اکرم ﷺ وصال سے قبل علیل تھے تو حضرت جبرئیل امین علیہ السلام تشریف لائے اور انہوں نے حجرہ اقدس میں آنے کے لئے اجازت طلب کی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور فرمایا: میرے پاس پردہ کرنے کے لئے کوئی چادر نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی چادر مبارک آپ رضی اللہ عنہا کو دے دی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس چادر سے پردہ کیا۔ ہمیں بھی ان کی سیرت طیبہ سے رہنمائی حاصل کرنی چاہئے۔ ہمارے اکٹھے ہونے کا مقصد بھی یہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نسبت کو مستحکم کریں۔ زندگی تو گزر ہی جائے گی کیا ہی اچھا ہو کہ یہ زندگی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی جیسی گزرے۔

محترمہ فوزیہ بختیار (اہلیہ سجادہ نشین دربارِ عالیہ حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ)

سیدہ فاطمۃ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا حضور نبی اکرم ﷺ کے گھر پر ہر نعمت تقسیم کرتی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے چھوٹی عمر سے ہی زیور پہننے سے انکار کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہا کی فقیری کا عالم یہ تھا کہ ان کے در سے

کوئی سوالی واپس نہیں لوٹا۔ سیدہ کے جہیز کو سامنے رکھ لیں تو امتِ محمدی ﷺ کی ہر بیٹی کی شادی آسان ہو جائے گی۔ میرے آقا ﷺ نے اپنی لختِ جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''ہم نے دنیا کے بدلے میں آخرت کا انتخاب کیا ہے۔'' لہٰذا ہمیں بھی اس فرمان نبوی ﷺ پر عمل کرنا چاہئے۔

محترمہ ناصرہ نصیر (کوآڈینیٹر چیف منسٹر ویمن ونگ اسپیشل مانیٹرنگ سیل)

منہاج القرآن ویمن لیگ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ آج اسلامی تاریخ کی سب سے بڑی عظیم الشان کانفرنس کا انعقاد کیا جا رہا ہے اگر ہم پہلے ادوار پر نظر دوڑائیں تو پتہ چلتا ہے کہ عورت کا احترام نہیں کیا جاتا تھا۔ اسلام نے عورت کو احترام دیا۔ اسے مردوں کے برابر حقوق دیئے۔ آپ رضی اللہ عنہا حضور نبی اکرم ﷺ کے گھر کا پھول ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ سے شدت سے محبت کرتی تھیں، آج ہمیں بھی ان کی اس نسبت کو زندہ کرنا چاہئے اور حضور نبی اکرم ﷺ سے شدید محبت کرتے ہوئے ان کی پیروی کرنی چاہئے۔

محترمہ سمعیہ راحیل قاضی (پارلیمانی انچارج، جماعت اسلامی)

کانفرنس کے انعقاد پر مبارکباد پیش کرنے کے بعد انہوں نے کہا کہ آج ہم اکتوبر 2005ء کو زمینی آفت زلزلہ کی زد میں آنے والے پسماندگان کے غم میں شریک ہیں۔ میں پاکستان گورنمنٹ کو درخواست کرتی ہوں کہ وہ متاثرین کی مدد کے لئے ویسے ہی تیار ہو جائیں جیسے ایک سال قبل ان کی مدد کی گئی۔ آج ہمیں سوچنا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سیرت طیبہ سے کس طرح رہنمائی مل سکتی ہے۔ آج ہم یہ عہد کریں کہ سب مل جل کر اس طرح کی کانفرنسز کا انعقاد کریں گے۔

آج کی عورت کو جدید چیلنجز کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ ہمیں ان کے نمونے پر عمل پیرا ہونا ہو گا۔ ہم اکٹھے ہو کر انقلاب لا سکتے ہیں۔ ہمارے لئے اس بات سے بہت رہنمائی مل سکتی ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا مسلمان عورت کی سب سے بڑی صفت کیا ہے؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا نہ وہ خود کسی کو غلط نگاہ سے دیکھے اور نہ اس کو کوئی غلط نگاہ سے دیکھے۔ اسلام کا وصف ''حیاء'' ہے۔ لیکن اسلام دشمن قوتیں ہماری اپنی بے عملی کی وجہ سے ہم پر حملہ آور ہے۔ آج کی عورت بے راہ روی اور گمراہی کی راہ پر چل نکلی ہے۔ یہ امتِ مسلمہ کے عروج کا مہینہ ہے۔ آؤ ان رحمتوں اور برکتوں والے مہینے میں مل کر ان دشمن قوتوں کا مقابلہ کریں۔

محترمہ مسز مہناز رفیع...... (ایم این اے)

سب سے پہلے میں اس شاندار کانفرنس